إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

20

نگران: حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر: مجیب الرحمٰن سیاف

صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی 1435ھ

دسمبر، جنوری، فروری 2013.14ء

تم کافر ہو.....!

کامیاب تاجر کے لیے نصیحتیں

میرے محسن ومربی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مسئلہ عقیدہ کے بارے میں طاہر القادری کا ایک مغالطہ

اکابرین اہل حدیث کا صوفیت سے تعلق بہتان یا حقیقت

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ
کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

20

صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی 1435ھ
دسمبر، جنوری، فروری 2013.14ء

بیاد
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر
مجیب الرحمٰن سیاف
معاون
محمد حسنین شاکر
سرپرست
چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
مہتمم جامعہ ھذا
نگران اعلیٰ
حافظ اسعد محمود سلفی

فہرس

اداریہ	نگران اعلیٰ کے قلم سے	۲
درس قرآن	شیخ الحدیث عبدالوحید ساجد	۳
درس حدیث	مولانا محمد مالک جنڈر	۴
عقیدہ کی اہمیت	مولانا رحمت اللہ شاکر	۵
مسئلہ وسیلہ	مولانا عبدالرحمٰن ضیاء	۱۲
تم کافر ہو.....!	مولانا محمد رفیق طاہر	۲۵
مسلمان کا طرز زندگی	الشیخ صلاح البدیر	۳۴
صوفیت سے تعلق بہتان یا حقیقت؟	مولانا شاہد نذیر کراچی	۴۱
کامیاب تاجر کے لیے چند نصیحتیں	محمد عظیم حاصل پوری	۵۶
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی	ابوجابر عبداللہ دامانوی	۶۱
تعارف وتبصرہ: مجموعہ رسائل عقیدہ	ملک عبدالرشید عراقی	۷۴
ڈاڑھی اور مونچھوں کے احکام	مولانا عثمان مدنی	۸۰

مجلّہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے
www.almukarram.webs.com
Email: mukarram.grw@gmail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ
پروفیسر محمد یٰسین ظفر حفظہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ
اساتذہ جامعہ ھذا
طلبا جامعہ ھذا
انتظامیہ جامعہ ھذا

خط وکتابت
جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن نوشہرہ روڈ انوالہ
055-3846592
0301-5073941

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر
حافظ عبدالقدیر
0308-6522441

اداریہ

طرزِ حکمرانی

نگرانِ اعلیٰ کے قلم سے

مسند اقتدار پر بیٹھنے والا ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا، مسند سنبھالنا کوئی کارنامہ نہیں بلکہ اس کے تقاضے پورے کرنا اصل کام ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب اقتدار تو بہت گزرے ہیں لیکن بہت کم حکمران ایسے ہیں جن کا نام تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا گیا ہے۔ ان کی شہرت کا سبب وہ کارنامے ہیں جو انہوں نے دین کے دفاع، رعایا کو سہولیات مہیا کرنے، ان کی مشکلات کو حل کرنے اور معیشت کو بہتر بنانے کے لیے انجام دیے۔ اچھا حاکم ہونے کے لیے اچھا مسلمان ہونا لازمی ہے، جسے اسلام کی مبادیات کی بھی خبر نہ ہو وہ اچھا حکمران نہیں ہوسکتا۔ ایسے لوگوں سے فلاح و بہبود، ملکی دفاع اور عوام کے امن وسکون کی توقع رکھنا عبث ہے۔

کسی بھی اقتدار کے استحکام وعدم استحکام کا سبب عوام ہوتے ہیں اصل طاقت عوام ہی ہیں اگر عوام کے لیے حکمران سائبان بننے کی بجائے ان کی اپنی چھتریاں بھی چھیننے لگ جائیں، ان کے دفاع کی بجائے خود انہیں اغیار کے حوالے کرنے لگ جائیں، ضروریات زندگی بہم پہنچانے کی بجائے ان کے منہ سے لقمے چھیننے لگ جائیں، امن وسکون مہیا کرنے کی بجائے انہیں باہم دست وگریبان کر کے خود خاموش تماشائی بن جائیں، تو ایسے حکمران نبی کریم ﷺ کی بددعا کے ہی مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''اے اللہ! جو شخص زمام حکومت سنبھال کر میری امت کے لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے تو اس پر سختی فرما۔'' (بخاری) اس بددعا سے وہ شخص بچ سکتا ہے جس کے دل میں یہ خیال ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اپنی رعایا کے متعلق جواب دہ ہونا پڑے گا یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے سب زیادہ عدل کرنے والے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''میں دس سال دور خلافت کا اللہ سے کوئی صلہ نہیں مانگتا لیکن میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے اس کے متعلق سوال نہ کرے۔''

خلفاے راشدین کو دیکھیں کہ وہ رسول کائنات ﷺ کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں اپنے عوام کے لیے کتنے خیر خواہ اور ان کے مسائل حل کرنے کے لیے کس قدر بے چین نظر آتے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر گلی کوچوں کا چکر لگا کر دیکھتے کہ کوئی مصیبت زدہ تو نہیں، کوئی کسی مشکل میں تو نہیں، کوئی ہم سے نالاں تو نہیں تاکہ اس کا مداوہ کیا جاسکے۔ جو اسلام سے دور ہوں اور سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئے ہوں انہیں کیا خبر اسلام کیا ہے؟ عوام کے مسائل کیا ہیں؟ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہر روز عصر کے بعد خصوصی نشست کرتے اور لوگوں سے روزمرہ کی اشیاء کے بھاؤ پوچھتے کہیں ایسا تو نہیں کہ عام اشیاء ہی ان کی پہنچ سے بالاتر ہوں۔ لیکن اس اندھیر نگری میں طوطی کی آواز پر کوئی کان دھرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس قرآن

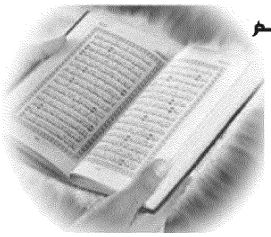

شیخ الحدیث مولانا عبدالوحید ساجد

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ التوبہ:(۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے ،اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ،ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ایک مہاجرین کا جنہوں نے دین کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر مکہ اور دوسرے علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آگئے ۔دوسرے انصار جو مدینہ میں قیام پذیر تھے انہوں نے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اور حفاظت کی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی خوب دل کھول کر خدمت وتواضع کی ،اور اپنا سب کچھ ان پر پیش کر دیا۔تیسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جنہوں نے مہاجرین وانصار کی خلوص دل اور احسان کے ساتھ اتباع کی ،سابقین اولین کے نقش قدم پر چلے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو یہ انعام دیا کہ ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیا۔نیز اللہ تعالیٰ ان سے کبھی ناراض نہیں ہوگا اور یہ بھی اس سے خوش ہوں گے اور ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی دل وجاں سے عظمت وتوقیر اور احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ نبوی ﷺ

مولانا محمد مالک بھنڈر

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم (إِنَّ اللهَ یَرْضَى لَكُمْ ثَلاثًا، وَیَكْرَهُ لَكُمْ ثَلاثًا، فَیَرْضَى لَكُمْ :أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَیْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَیَكْرَهُ لَكُمْ :قِیلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ))

مسلم،الاقضیة،باب النهی عن کثرہ المسائل من غیر حاجة(۱۷۱۵)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے راضی ہوتا ہے اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے جن باتوں سے راضی ہوتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مل کر تھامے رہو اور متفرق نہ ہو اور تم سے جن باتوں کو ناپسند کرتا ہے وہ فضول اور بیہودہ گفتگو اور سوال کی کثرت اور مال کو ضائع کرنا ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ میں رب تعالیٰ کی جن پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔قرآن مجید سورہ آل عمران آیت (۱۰۳) میں یہ حکم ہے ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' اور اسی سورہ کی آیت (۱۰۱) میں ہے ﴿وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے چمٹ جائے (اللہ کی حفاظت میں آجائے) اس کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہوگئی۔اب اللہ کی حفاظت میں کیسے آیا جائے اس کے لیے فرمایا کہ اللہ کی رسی سے چمٹ جاؤ، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی رسی کون سی ہے متعدد احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہے۔ایک طرف انسان میں تقویٰ پیدا ہو اور دوسری طرف اس میں علم آنا چاہیے، قرآن کا فہم پیدا ہونا چاہیے، قرآن کے نظریات کو سمجھنا چاہیے، قرآن کی حکمت کو سمجھنا چاہیے۔انسانوں میں اجتماعیت جانوروں کے گلوں کی طرح نہیں ہوسکتی کہ بھیڑ بکریوں کا ایک بڑا ریوڑ ہے اور ایک چرواہا ایک لکڑی لے کر سب کو ہانک رہا ہے۔انسانوں کو جمع کرنا ہے تو ان کے ذہن ایک جیسے بنانا ہوں گے یہ حیوان عاقل ہیں باشعور ہیں۔ان کی سوچ ایک ہو نظریات ایک ہوں، مقاصد ایک ہوں، نقطہ نظر ایک ہو تو یہ جمع ہوں گے، وہ چیز جو ان کو یکجا کرسکتی ہے وہ قرآن ہے جو اللہ کی رسی ہے۔

چنانچہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ بھی قرآن ہے اور مسلمانوں کو آپس میں جوڑ کر رکھنے کا ذریعہ بھی قرآن ہے۔

عقیدہ عربی زبان میں ''عقد'' سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب مضبوط کرنا، رسی باندھنا اور پختہ کرنا ہے ۔ شریعت کی اصطلاح میں عقیدہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین ،توحید کا اقرار، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، آخرت اور تقدیر کی اچھائی اور برائی کا اقرار ہے۔

اکثر علماے سلف صحیح عقیدہ کو سنت کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ باقی تمام باطل فرقوں سے ممتاز ہے اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہی صحیح عقیدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے ماخوذ ہے اور سنت قرآن کی مبین یعنی تفسیر کرنے والی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ علماے کرام نے عقیدہ کے عنوان پر لکھی جانے والی کتابوں کا نام ''السنۃ'' رکھا ہے ۔جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ کی کتاب ''السنۃ'' اور ابن ابی عاصم رحمہ اللہ کی کتاب ''السنۃ'' ہے۔

بعض علماے کرام نے عقیدہ کو اصول دین کے نام سے موسوم کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شریعت اعتقادات اور عملیات پر مبنی ہے ۔عملیات سے مراد ان احکام کا علم ہے جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں ۔جیسے نماز، زکواۃ اور خرید وفروخت کے مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل کہا جاتا ہے ۔ان کی قبولیت کا دارومدار عقیدہ پر ہے ۔سب سے افضل اطاعت وعبادت عقیدہ کی درستی ہے ۔اگر عقیدہ درست نہ ہو تو کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوتا اور اس کا اجر بھی ضائع ہوجاتا ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ الزمر:(٦٥)

''آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے اگر آپ نے بھی شرک

کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ خسارہ پانے والے ہو جائیں گے۔''

اور بعض علما نے عقیدہ کو فقہ الاکبر کہا ہے کیونکہ عقیدہ دین کی اصل بنیاد ہے اور عملی فقہ جسے فقہ اصغر کہتے ہیں اس کی فرع ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام ''فقہ اکبر'' رکھا ہے۔

مختصر تسهيل العقيدة الاسلامية:١/ ٣٠٤

صحیح عقیدہ کے تقاضے

جب انسان کا عقیدہ درست ہو جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبات اخلاص کے ساتھ کرتا ہے اور عبادت کی تمام ظاہری اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رکھتا ہے۔ جیسے نماز، زکوۃ، حج وغیرہ، اسی طرح وہ تمام اعمال جن کا تعلق باطن سے ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کرتا ہے۔ جیسے توکل، رجوع، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کرنا اور اس کے عذاب وسزا سے ڈرنا، مدد طلب کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا وغیرہ۔ اقوال، اعمال اور اخلاق وغیرہ جو اسلام میں شامل ہیں۔

صحیح اسلامی عقیدہ ہی دین اسلام کی اصل بنیاد ہے۔ صحیح اسلامی عقیدے کا خلاصہ یہ ہے ''اللہ تعالیٰ پر ایمان، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان، آخرت کے دن پر ایمان، تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان۔'' صحیح اسلامی عقیدے کی یہ چھ بنیادیں ہیں جو قرآن مجید لے کر نازل ہوا اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دے کر مبعوث فرمایا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

﴿لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ البقرة:(١٧٧)

''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی اللہ تعالیٰ، آخرت

فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانا ہے، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے قریبی رشتہ داروں یتامیٰ، مساکین، مسافر اور مانگنے والوں کو مال عطا کرنا، اور گردنیں آزاد کرنے میں مال خرچ کرنا، نماز پڑھنا، زکوۃ دینا اور وعدہ کر کے اس کی پاسداری کرنا، مصیبت کے وقت صبر کرنا یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔''

اور دوسری آیت

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ البقرہ:(۱۸۵)

''رسول ایمان لائے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومن، سب سب اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے، ہم کسی رسول میں فرق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا، مانا اللہ! ہمیں معاف فرمادے اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے''

عقیدۃ الصحیحۃ ومایضادھا:۱/ ۳، ٤ کچھ تبدیلی کیساتھ

اگر انسان کا عقیدہ عین ان اصولوں کے موافق ہو جن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا تو یہی صحیح اسلامی عقیدہ ہے۔ تو

۱۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات مل جاتی ہے۔

۲۔ دنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی حاصل ہو جاتی ہے۔

۳۔ صحیح اسلامی عقیدے کی وجہ سے مال محفوظ ہو جاتا ہے۔

۴۔ خون بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

ہر قسم کی ناجائز زیادتی حرام ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتیٰ یَقُوْلُوْا لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ))

''مجھے حکم ہے کہ میں اس وقت تک لڑائی جاری رکھوں جب تک لوگ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

اورفرمایا:

((مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَكَفَرَبِمَايُعْبَدُمِنْ دُوْنِ اللّٰهِ))

''جس نے لاالہ الااللہ کا اقرار کیا اور غیر اللہ کی عبادت کا انکار کیا۔''

تو اس کا مال اور خون حرام ہے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

مسلم ،الایمان ،باب الامر بقتال الناس حتیٰ یقولوالااله الااللہ(۲۳)

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى النَّارِمَن قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ يَبْتَغِى بِذَالِكَ وَجْهَ اللّٰهِ))

بخاری،الجمعة ،باب صلاة النوافل جماعة(۱۱۸٦)

''اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو جہنم پر حرام قرار دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لاالہ کا اقرار کرتا ہے۔''

۵۔انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔حدیث قدسی ہے:

((يَاابْنَ آدَمَ لَوْاَتَيْتَنِى بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا)) ترمذی،الدعوات(۳٥٤٠)صحیح

''اگر تیری ملاقات میرے ساتھ اس حال میں ہو کہ تیرے گناہ زمین کے بھراؤ کے برابر ہوں اور تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی ہی مغفرت لے کر آؤں گا۔''

٦۔اعمال قبول ہوتے ہیں،صحیح عقیدہ کے وجہ سے ہی اعمال قبول ہوتے ہیں اور اس کا انسان کو فائدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ النحل:(۹۷)

''جو کوئی مرد اور عورت حالت ایمان میں نیک عمل کرے تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور انہیں کے اعمال سے زیادہ بہتر اجر عطا کریں گے۔''

صحیح عقیدہ کی پہچان

یہی وجہ ہے کہ صحیح عقیدہ کی پہچان ضروری ہے اس کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟اس کی اصل بنیاد کیا ہے

؟اس کے الٹ کون سی چیزیں ہیں جو بطلان کا سبب بنتی ہیں یا جن سے عقیدہ میں نقص واقع ہوتا ہے ۔جیسے شرک اکبر اور اصغر وغیرہ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

محمد:(۱۹)

''جان لیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے ،اپنے لیے اور مومن مرد اور مومنہ عورتوں کے لیے اللہ سے بخشش طلب کریں۔''

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے باب العلم قبل القول و العمل اور مذکوہ آیت کو دلیل بنایا ہے۔ بخاری ،العلم

امت مسلمہ کے لیے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کے لیے صحیح مفہوم اور صحیح معلومات ہوں جن کے ذریعے صحیح منہج واضح ہو جائے جو تمام اعمال کی بنیاد اور اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اساس ہے۔اور یہ صحیح عقیدہ ہی تو ہے۔اور یہ بات بھی ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ خالص منہج اور صحیح عقیدہ سے امت کو متعارف کرانا ضروری ہے۔اور یہ اہل سنت والجماعت کا صحیح عقیدہ ہے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ امت مسلمہ کو پیش آمدہ مسائل کا سبب بھی اس عقیدہ سے انحراف ہے۔کیونکہ سلف صالحین کے دل پاک اور صاف تھے اور عقیدہ بالکل صاف شفاف تھا۔بعد میں بتوں کی پوجا شروع ،فلسفی عقائد اور خود غرض قسم کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے جن سے اسلام بالکل بری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے اسلام کی ابتدا ہی سے ایسے لوگ پیدا فرما دیے جو ہر دور میں اسلام کا ہر لحاظ سے دفاع کرتے رہے ہیں تلوار کے ساتھ،قلم کے ساتھ اور زبان کے ساتھ، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ نقض الامام ابی سعید عثمان بن سعید علیٰ المریسی :۱/۸

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہر زمانے میں رسول بھیج کر اور ان کے بعد اہل علم کے ذریعے لوگوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف بلانے کا سلسلہ جاری رکھا ہے جو تکالیف پر صبر

کرتے اور قرآن مجید کے چھوڑے جانے والے احکام کو نافذ کرتے ہیں اور جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے نور کی روشنی سے منور کرتے ہیں ۔ بہت سے لوگ جو شیطان کا شکار ہو چکے تھے ان کو جلا بخشی اور بہت سے حیران وششدر رہنے والوں کو ہدایت دی ۔ اس کا معاشرے پر خوب اثر ہے جو ہر دور میں کتاب وسنت میں تحریف کرنے والوں کا رد کرتے ہیں اور ان کے باطل عقائد وتاویلات کی تردید کرتے ہیں۔'' الردعلیٰ لجهمية والزنادقة

امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا رسولوں اور ان کے متبعین کا فریضہ ہے، جو انبیاء کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھتے ہیں، لوگ ان کے طریقہ کو اپناتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نازل ہونے والے ہر حکم کو آگے پہنچانے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی ضمانت دی کہ اس سلسلہ میں لوگوں (کے حملوں اور تکالیف) سے آپ کو محفوظ رکھوں گا یہی اعزاز امت کے ان افراد کو بھی حاصل ہے جو یہ فریضہ انجام دیتے ہیں ۔ دین کے اوپر عمل اور تبلیغ دین کے لحاظ سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً))

''ایک آیت بھی آتی ہو تو پہنچاؤ۔''

نبی کریم ﷺ کی سنت کو لوگوں تک پہنچانا، دشمن کے سامنے تیر اندازی سے زیادہ بہتر ہے یہ کام تو بہت سے لوگ کر لیتے ہیں لیکن سنت کی تبلیغ تو صرف انبیاء کے وارث ہی کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کر دے ۔ آمین! جلاء الافهام (۲٤۹)

مساجد کی آبادکاری

مساجد کی آبادکاری کا صحیح طریقہ نیک اعمال ہیں جن کی بنیاد ایسا عقیدہ ہے جو شرک، خرافات اور بدعات سے بالکل پاک ہو۔ مسجدیں خوبصورت بنانے سے آباد نہیں ہوتیں اور نہ ہی قبروں پر بنانا

آبادکاری ہے۔ایسا کرنے والوں پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

معاشرے کی اصلاح

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنا منشور قرآن مجید کو قرار دیا۔قرآن مجید کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا،قرآن کے احکام جاری کر دیے اور نواہی سے اجتناب کیا،اور قرآن مجید کی تفسیر و توضیح کے لیے نبی کریم ﷺ کی احادیث کو منارہ نور قرار دیا۔وہ اپنے عاملوں اور گورنروں کو فرمان جاری کرتے کہ فیصلے سنت کے مطابق ہوں فرمایا کرتے تھے

:''اِنْ لَمْ تُصْلِحْهُمُ السُّنَّةُ فَلَا اَصْلَحَ اللّٰهُ''

اگر سنت سے ان کی اصلاح نہیں ہوسکتی تو اللہ کبھی ان کی اصلاح نہ کرے۔''

ابوالحسن محمد بن الفیض غسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور دادا سے نقل کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مجھے موصل کا گورنر بنایا تو موصل میں چوری اور ڈاکہ تمام علاقوں سے زیادہ تھا میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے پوچھا میں کیا طریقہ اپناؤں؟ شک کی بنیاد پر لوگوں کو پکڑوں اور چوری کی تہمت اور بہتان پر سزادوں یا واضح دلیل کی بنا پر سزادوں اور سنت طریقہ پر عمل کروں ؟ تو جواب میں لکھ بھیجا کہ واضح دلیل پر مواخذہ کرو اور سنت پر عمل کرو۔

فَاِنْ لَمْ يُصْلِحْهُمُ الْحَقُّ فَلَا اَصْلَحَهُمُ اللّٰهُ

''اگر حق ان کی اصلاح نہیں کرسکتا تو اللہ ان کی کبھی اصلاح نہ کرے۔''

یحیٰ کا بیان ہے میں نے سنت کے مطابق کام شروع کیا جب میں موصل سے واپس آیا تو یہی موصل دیگر تمام علاقوں سے زیادہ امن والا علاقہ بن چکا تھا۔ الآثار الواردة عن عمر بن عبدالعزیز؛۱/ ۱۲۰، ۱۲۱

میرا پسندیدہ شعر

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر (مصعب طاہر گوجرانوالہ)

قسط دوم
مسئلہ وسیلہ
کے بارے میں طاہر القادری صاحب کا ایک بہت بڑا مغالطہ اور اس کی حقیقت
مولانا عبدالرحمٰن ضیاء آف جھنگ
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے متعلق امام حاکم کا اپنا فیصلہ

۹۔ پھر امام حاکم رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو ان راویوں میں ذکر کیا ہے جن کے بارے میں انہوں نے کہا ہے:

اِنَّ رَوَایَۃَ اَحَادِیْثِ ھٰؤُلَاءِ لَا تَحِلُّ اِلَّا بَعْدَ بَیَانِ حَالِھِم۔

کہ ان سے روایت کرنا جائز نہیں الا یہ کہ ان کا حال بیان کر دیا جائے۔ (المدخل، ص:۱۱٤)

اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی حدیث کذب ہوتی ہے۔

دیکھئے امام حاکم تو اس عبدالرحمٰن کی حدیث کو روایت کرنا جائز وحلال ہی نہیں سمجھ رہے، الّا یہ کہ اس کی حالت کو واضح کر دیا جائے لیکن قادری صاحب ہیں بجائے اس کے کہ اس کی روایت کی حالت کو بیان کریں الٹا اس سے حجت پکڑ رہے ہیں پھر اس سے بڑھ کر ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ وہ نو محدثین پر بہتان بھی لگا رہے ہیں کہ انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

۱۰۔ امام ترمذی نے بھی عبدالرحمٰن بن زید کو ضعیف اور کثیر الغلط قرار دیا ہے۔

(جامع الترمذی ،کتاب الزکوۃ، باب ما جاء لا زکوۃ علی المال المستفاد حتی یحول علیہ الحول)

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث لولاک عن عمر بطریق عبدالرحمٰن بن زید قطعی طور پر ثابت نہیں امام حاکم کے علاوہ اسے کسی نے صحیح قرار نہیں دیا بلکہ اکثر نے اسے موضوع (خود ساختہ) قرار دیا ہے۔ اور امام حاکم سے بھی اس جگہ یعنی مستدرک حاکم میں غلطی ہوئی ہے ورنہ انہوں نے اپنی کتاب المدخل میں اس

عبدالرحمٰن کا حال خود بیان کر دیا ہے۔

اس روایت کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد ابن عبدالہادی رحمہ اللہ کا موقف

۱۱۔امام محمد بن احمد بن عبدالھادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن زید بن اَسلم یقیناً ضعیف ہے۔(محدثین) اہل حدیث کے نزدیک اس کی حدیث سے حجت نہیں لی جاتی۔ پھر انھوں نے محدثین میں سے بمع امام حاکم ۱۳ کا ذکر کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل محدثین ہیں، جو کہ جرح وتعدیل کے چوٹی کے امام تھے:

۱۲۔(۱) امام عبدالرحمٰن بن مھدی

۱۳۔(۲) امام احمد بن حنبل

۱۴۔(۳) امام یحییٰ بن معین

۱۵۔(۴) امام علی بن مدینی

۱۶۔(۵) امام ابوداؤد

۱۷۔(۶) امام نسائی

۱۸۔(۷) امام ابوزرعہ رازی

۱۹۔(۸) امام دارقطنی اور

۲۰۔(۹) امام ابن حبان رحمھم اللہ۔

۲۱۔(۱۰) پھر انھوں نے امام حاکم کا قول بھی نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید نے اپنے باپ زید سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔

۲۲۔(۱۱) امام ابن خزیمہ نے فرمایا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن زید ان راویوں میں سے نہیں ہیں جن کی روایت اھل حدیث کے نزدیک حجت ہوتی ہے۔

۲۳۔(۱۲) ابونعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور یہ کوئی شیٔ نہیں یعنی معتبر نہیں۔

۲۴۔(۱۳) امام شافعی فرماتے ہیں کسی شخص نے عبدالرحمٰن بن زید سے پوچھا کہ نوح کی کشتی نے بیت

اللہ کا طواف کیا تھا پھر دو رکعتیں پڑھی تھیں؟ تو عبدالرحمٰن نے کہا ہاں۔

(دیکھئے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ،ص: ٤٢)

ان تیرہ ائمہ جرح وتعدیل محدثین کے اقوال سے یہ تو کھل کر واضح ہو گیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ موضوع ہے لیکن اس کے باوجود بھی تقی الدین سبکی اس طرح کی حدیث سے توسل والے مسئلہ پر استدلال کرتے ہیں تو علامہ ابن عبدالھادی اس سبکی سے تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجھے ان (سبکی صاحب) سے بہت ہی تعجب ہے کیونکہ وہ اس عبدالرحمٰن بن زید کی توسل والی روایت سے کس طرح استدلال کر رہے ہیں اور امام حاکم کی تقلید کر رہے ہیں حالانکہ یہ روایت صحیح اور ثابت نہیں بلکہ اس کی سند انتہائی ضعیف درجہ کی ہے اور بعض ائمہ نے تو اسے موضوع (بناوٹی اور خودساختہ) قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ کے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کا جواب

علامہ ابن عبدالھادیؒ فرماتے ہیں امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہہ کر بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے بلکہ حاکم کی ان دو باتوں میں ایک بہت بڑا تناقض وتعارض پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس طرح کا تعارض اُن سے چند مقامات پر معروف ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے خود عبدالرحمٰن بن زید کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے اور خود لکھا ہے کہ اہل فن پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو بات میں نے عبدالرحمٰن بن زید کے متعلق لکھی ہے کہ وہ اپنے باپ زید سے موضوع (من گھڑت) روایتیں بیان کرتا تھا وہی اس کا سبب تھا یعنی (اس کے باپ کا کوئی قصور نہیں یہ خود وضع کرتا تھا اور اس کے نیچے کا کوئی راوی بھی وضع نہیں کرتا تھا)

پھر امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی جن کا پہلے میں نے تذکرہ کیا ہے:

’’قَد ظَهَرَ عِندی جَرحُهُم لِأَنَّ الجَرحَ لَا يَثبُتُ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ فَهُمُ الَّذِيْنَ أُبَيِّنُ جَرحَهُم لِمَن طَالَبَنِی بِهٖ فَإِنَّ الجَرحَ لَا أَستَحِلُّهٗ تَقْلِيْدًا۔ وَالَّذِی اَختَارُهٗ لِطَالِبِ هٰذَا الشَّأنِ أَن لَّا يَكتُبَ حَدِيثَ وَاحِدٍ مِن هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ سَمَّيتُهُم فَالرَّاوِی لِحَدِيثِهِم دَاخِلٌ فِی قَولِهٖ: مَن حَدَّثَ بِحَدِيثٍ وَهُوَ يَرٰی أَنَّهٗ كَذِبٌ

فَهُوَ أَحَدُ الكَاذِبِيْنَ

یعنی میرے نزدیک ان کا مجروح ہونا واضح ہو گیا ہے کیونکہ راویوں پر جرح کرنا دلیل کے ساتھ ہی ثابت ہوتا ہے۔تو یہ ہیں وہ راوی جن کی جرح میں ان لوگوں پر واضح کرتا ہوں جو مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ کسی راوی پر جرح کرنے میں کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اس فن کے متلاشی کے لیے جو بات میں اختیار کرتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں نے اس کتاب (یعنی المدخل الی الصحیح) میں (عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سمیت) جن راویوں کا نام لیا ہے ان میں سے وہ کسی کی بھی حدیث نہ لکھے کیونکہ جو شخص بھی ان راویوں کی حدیث کو روایت کرے گا۔وہ نبی ﷺ کے اس فرمان میں داخل ہوگا:

((مَن حَدَّثَ بِحَدِيثٍ وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الكَاذِبِيْنَ))

جو شخص کوئی حدیث بیان کرتا ہو حالانکہ وہ سمجھتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہوگا۔

(مسلم شریف، مسند احمد ٤/ ٢٥٠.٢٥٥ ابن ماجه)

علامہ ابن عبدالھادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام حاکم کے لیے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا مجروح ہونا دلیل کے ساتھ واضح ہوا ہے اور عبدالرحمٰن کی حدیث کو روایت کرنے والا شخص امام حاکم کے نزدیک کاذب ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ:

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک کتاب لکھی اس میں ضعیف منکر بلکہ موضوع احادیث بھی ذکر کر دیں ہیں حتیٰ کہ انہیں راویوں کی بعض روایات بھی ذکر کر دیں جنھیں اپنی مدخل کتاب میں خود مجروح قرار دے چکے تھے اور ان کے متعلق خود کہہ چکے تھے کہ ان کا مجروح ہونا دلیل سے ثابت ہے اسی لیے کئی ایک ائمہ حدیث نے امام حاکم کا یہ طریقہ اچھا نہیں سمجھا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ امام حاکم کو بھی اخیر عمر میں تغیر وغفلت کا عارضہ پیش آ گیا تھا اسی لیے ان سے ایسا ہوا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس سبکی نے امام حاکم کی غلطی اور تناقض میں ان کی تقلید کی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بے جا اعتراض کیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ دیکھو اس سبکی کی فحش غلطی کی طرف کہ پہلے کس طرح ایک غیر صحیح و غیر ثابت بلکہ موضوع روایت کو صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عقیدہ کے مسئلہ میں اس پر اعتماد کرتے ہیں اور حاکم کی تقلید کرتے ہیں حالانکہ حاکم کی غلطی اور اس کا تناقض بالکل واضح بھی ہو چکا ہے اور سبکی کو بھی پتہ ہے کہ اس روایت کا راوی عبدالرحمٰن بن زید ضعیف و مجروح ہے اور اہل علم محدثین نے جو اس پر جرح کی ہے وہ سب اس سبکی کو معلوم ہے لیکن اس سب کے باوجود وہ ان علماء کا رد لکھنے بیٹھ گئے جو اس منکر حدیث کو اس کے منکر و غیر صحیح ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتے۔

(دیکھئے: الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص ٤٥.٤٢)

۲۵۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے متعلق حافظ ابوبکر البزّار رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''أَجمَعَ اَهلُ العِلمِ بِالنَّقلِ عَلٰی تَضعِيفِ أَخبَارِهٖ وَلَيسَ هُوَ بِحُجَّةٍ فِيمَا يَنفَرِدُ بِهٖ۔ (کشف الأستار:١٩٤)

یعنی حدیث کا علم رکھنے والے علمائے محدثین اس راوی کی اخبار کو ضعیف قرار دینے پر متفق ہیں اور وہ جس خبر کے روایت کرنے میں منفرد ہو وہ خبر حجت نہیں ہوتی۔

۲۶۔ اور ابن سعد رحمہ اللہ نے بھی اسے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب)

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيسَ بَالقَوِيِّ فِی الحَدِيثِ وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

(دیکھئے تہذیب الکمال ،ترجمہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم للحافظ المزی)

میں کہتا ہوں کہ قادری صاحب سبکی سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ ایک تو انہوں نے امام حاکم کی غلطی و تعارض میں ان کی تقلید کی ہے اور دوسرے نمبر پر انہوں نے نو محدثین حفاظِ حدیث پر بہتان باندھا ہے، حالانکہ سبکی نے صرف امام حاکم کی غلطی میں حاکم کی تقلید کی ہے اور دوسرے محدثین پر بہتان نہیں باندھا، میں کہتا ہوں کسی بھی امام کی غلطی میں اس کی تقلید جائز نہیں، اگر قادری صاحب نے امام حاکم کی بات ہی ماننی تھی تو جو ان کی صحیح بات ہے وہ تسلیم کرتے جو کہ دوسرے ائمہ حدیث کے مطابق بھی ہے بلکہ بقول امام ابوبکر بزّار اس پر اجماع بھی ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید حجت نہیں، اور

بقول امام حاکم اس سے روایت کرنا حلال ہی نہیں الا یہ کہ اس کی حالت کو بیان کر دیا جائے اور یہ بات تقلیدی نہیں بلکہ تحقیقی ہے، جیسا کہ امام حاکم نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔

دوسری علت: اس کی سند میں ایک راوی ابوالحسن یا ابوالحارث عبداللہ بن مسلم فہری بھی ہے جو کہ مجہول ہے حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس نے اسماعیل بن مسلمہ بطریق عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ایک باطل خبر روایت کی ہے جو کہ (یَا آدَمُ لَولَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقتُكَ، اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن مسلم فہری، عبداللہ بن مسلم بن رشید ہی ہو جو کہ حدیث بنانے کے ساتھ متہم ومشکوک ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۶۰.۳۵۹ ترجمہ ۱۴۵۰، ۱۴۵۱)

باقی رہا امام حاکم رحمہ اللہ کا اس طرح کی حدیث کو صحیح قرار دینا تو ائمہ حدیث نے ان پر اس کا انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حاکم ان احادیث کو بھی صحیح کہہ جاتے ہیں جو کہ حدیث کے ماہرین کے نزدیک موضوع اور جھوٹی ہوتی ہیں۔

لسان المیزان میں حسن بن زیاد لؤلؤی اور حامد بن آدم مروزی کا ترجمہ نکال کر دیکھ لیجئے۔ حامد بن آدم کے حالات میں حافظ ابن حجر اسے کذاب قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں اس کی حدیث کی تخریج کر کے غلطی کی ہے۔ (لسان ۲/۱۶۳)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ نیشاپور میں سہل بن عمار عتکی راوی کو متہم اور کذاب قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود مستدرک میں اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

مُتَّهَمٌ كَذَّبَهُ الحَاكِمُ فِي تَارِيخِهِ ---وَصَحَّحَ لَهُ فِي المُستَدرَكِ۔

یعنی یہ راوی متہم بالکذب ہے اور امام حاکم نے اسے اپنی تاریخ نیشاپور میں کذاب قرار دیا ہے اور مستدرک میں اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: وَ تَعَقَّبَهُ الْمُصَنِّفُ بِالتَّنَاقُضِ ۔یعنی مصنف (امام ذہبی) نے حاکم کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے اس راوی کو کذاب قرار

دینے اور پھر اس کی روایت کو صحیح قرار دینے میں تعارض وتناقض پایا جاتا ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ترجمہ سھل بن عمار عتکی)

اب اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کو سوائے حاکم کے کسی نے بھی صحیح نہیں کہا۔اور حاکم نے بھی اس کی تردید خود اپنی دوسری کتاب میں کر دی ہے اور وہ ان کی تحقیقی بات ہے نہ کہ تقلیدی ،جیسا کہ ابھی باحوالہ بیان ہو چکا ہے۔فافھم

۲۷۔محدث ناصر الدین البانیؒ اس کے راوی عبدالرحمان بن زید کے متعلق اہل علم کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَجُملَةُ القَولِ: اِنَّ الحَدِیثَ لَا اَصلَ لَهُ عَنهُ فَلَاجَرَمَ اَن حَکَمَ عَلَیهِ بِا لبُطلَانِ الحَافِظَانِ الجَلِیلَانِ :الذَّهَبِیُّ وَالعَسقَلَانِیُّ۔

(الضعیفة،ج۱ ،ص۹۵)

اور خلاصہ بات یہ ہے کہ اس حدیث کا نبی ﷺ سے کوئی اصل ثابت نہیں ،اسی لئے ضروری ہوا کہ دو جلیل حافظِ حدیث امام ذھبی اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے اس کے باطل ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔

اور شیخ البانی کے شاگرد محدث ومحقق ابواسامہ سلیم ہلالی فرماتے ہیں:

وَقَد وَرَدَ فِی قِصَّةِ تَوَسُّلِ آدَمَ بِا لنَّبِیِّ ﷺ اَحَادِیثُ وَ آثَارٌ لَا یَصِحُّ فِیهَا شَیئٌ۔

(تحقیق وتعلیق السیف المسلول علی من سب الرسول ،ص۳۸۹)

آدم علیہ السلام کے اپنی دعا میں نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑنے کے قصہ کے بارہ میں کچھ ایسی احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ روایت قادری صاحب کے اصول فقہ حنفی وعلمِ کلام حنفی ماتریدی کے ایک اصل کے بھی خلاف ہے:

اصولِ فقہ حنفی میں عام لکھا ہوا ہے کہ عقیدہ کے مسئلہ میں خبرِ واحد (یعنی وہ صحیح حدیث جو تواتر یا شہرت کی حد کو نہ پہنچی ہو) حجت نہیں اور مسئلہ وسیلہ بھی عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے پھر نا معلوم کہ

قادری صاحب خود اپنے اصول کی کس لئے مخالفت کر رہے ہیں؟ ان کے اس اصول کو معلوم کرنے کے لئے دیکھئے ان کے اعلیٰ حضرت کا فتاوی رضویہ، جلد ۵، ص ۴۷۷۔۴۷۸ مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ نیز دیکھئے حنفی ماتریدی علمِ کلام کی کتب مثلاً شرح المواقف، ص ۲۷۷ اور شرح عقائد نسفی ص، ۱۰۱ نیز کتبِ اصولِ فقہ حنفی مثلاً تلویح ص: ونور ص: وغیرہ)

ثالثاً: یہ روایت قادری صاحب کے اصول فقہ حنفی کے ایک اور اصل کے بھی خلاف ہے:

اب آپ حضرات غور سے دیکھئے اس قرآنی دعا میں کسی بھی نبی کے وسیلہ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ مطلق دعا ہے۔ وسیلہ کے ساتھ اس کا مقید کرنا یہ حنفی اصول کے خلاف ہے۔ فقہ حنفی کا تو اصول یہ ہے کہ خبر واحد (یعنی غیر مشہور اور غیر متواتر) صحیح حدیث بھی ہو تو قرآن پر اس کے ساتھ زیادتی کرنا جائز نہیں۔ یعنی قرآن کے مطلق کو مقیّد کرنا یا قرآن کے عام کی تخصیص کرنا یا قرآن کے خاص کو بیان کرنا جائز نہیں۔ [دیکھئے نور الانوار، ص: اصول الشاشی، ص: حسامی ص: اور توضیح ص: وغیرہ] تو اس وسیلہ والے نظریہ میں قادری صاحب کس طرح قرآن کے مطلق کو ایک انتہائی کمزور بلکہ موضوع حدیث کے ساتھ مقید کر رہے ہیں؟

قرآنِ حکیم سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعائیہ کلمات خود آدم علیہ السلام کو سکھائے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [بقرة:۳۷]

''پس آدم نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھ لیے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔''

مجاہد بن جبر مکی، سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، حسن بصری، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، خالد بن معدان اور عطاء خراسانی رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ آدم نے اللہ سے یہ کلمات سیکھے تھے۔

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ الخ ﴾ [الاعراف:۲۳]

اس دعا سے واضح طور پر پتا چل رہا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اعتراف خطا کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے

دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور غلطی معاف کر دی۔

سید الاستغفار ((یعنی اَللّٰھُمَّ! أَنتَ رَبِّی لَا إِلٰہَ إِلَّا اَنْتَ خَلَقتَنِی وَأَنَا عَبدُكَ وَأَنَا عَلَی عَھدِكَ وَوَعدِكَ مَااستَطَعتُ وَأَعُوذُبِكَ مِن شَرِّ مَا صَنَعتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعمَتِكَ عَلَیَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنبِی فَاغفِرلِی فَإِنَّہٗ لَا یَغفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَ أَنت))

[درسی بخاری کتاب الداعوت باب ۲ افضل الاستغفار جلد ۲ ص ۹۳۲] بھی اس پر واضح دلیل ہے۔

اسی طرح وہ دعا جو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں پڑھنے کے لیے سکھائی تھی یعنی اَللّٰھُمَّ إِنِّی ظَلَمتُ نَفسِی ظُلمًا كَثِیرًا وَلَا یَغفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنتَ فَاغفِرلِی مَغفِرَةً مِّن عِندِكَ وَارحَمنِی إِنَّكَ أَنتَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ۔

بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ ج ۲ ص ۹۳۶ درسی

ان دونوں دعاؤں میں بھی غلطی کے اعتراف کو وسیلہ بنایا گیا ہے اور دوسری میں اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ یعنی الغفور الرحیم کو بھی وسیلہ بنایا گیا ہے۔

مشہور مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف فرماتے ہیں:

بعض حضرات یہاں ایک موضوع روایت کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم نے عرش الٰہی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرما دیا۔ یہ روایت بے سند ہے اور قرآن کے بھی خلاف ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے بھی خلاف ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ براہِ راست اللہ سے دعائیں کی ہیں۔ کسی نبی، ولی، بزرگ کا واسطہ اور وسیلہ نہیں پکڑا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ سمیت تمام انبیاء کا طریقۂ دعا یہی رہا ہے کہ بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔

[تفسیر احسن البیان، تفسیر آیت نمبر ۳۷ از سورۃ بقرہ]

رابعاً: یہ روایت مندرج ذیل روایت کے بھی خلاف ہے جس کی سند پر اس طرح کی سخت جرح نہیں ہے

قادری صاحب کی مستدرک حاکم سے بیان کردہ یہ روایت ایک دوسری روایت کے بھی مخالف ہے جس کی سند قادری صاحب کی بیان کردہ اس روایت سے بہرحال بہتر ہے کیونکہ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم جیسا کوئی بھی راوی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دورِ حاضر کے ایک بہت بڑے محقق مولانا محمد رئیس ندوی صاحب نے اپنی معروف کتاب (ضمیر کا بحران) میں ص ۲۰۳ تا ۲۰۵ میں معتبر قرار دیا ہے اور محدث البانی رحمہ اللہ کے ایک وہم پر بھی متنبہ کیا ہے وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((نَزَلَ اٰدَمُ بِالهِندِ فَاستَوحَشَ فَنَزَلَ جِبرِيلُ بِالْأَذَانِ))

اَللّٰهُ أَكبَرُ اللّٰهُ أَكبَرُ أَشهَدُ أَن لَّا إلـه إلّا اللّٰه۔ أشهد أن لا إلٰه إلّا اللّٰه۔ أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه۔ اشهد أن محمداً رسول اللّٰه الى آخره فَقَالَ: مَن مُحَمَّدٌ؟

آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تو وحشت محسوس کرنے لگے تو ان کی وحشت دور کرنے کے لیے جبریل علیہ السلام نے آ کر اذان کہی اذان میں أشهد أن محمدا رسول اللّٰه کے الفاظ سن کر آدم علیہ السلام نے جبریل سے پوچھا محمد کون ہیں؟ جبریل نے کہا: هٰذَا وَلَدُكَ مِنَ الْأَنبِيَاءِ۔

''محمد ﷺ آپ کی اولاد میں سے ہونے والے انبیاء میں سے آخری نبی ہیں۔''

دیکھئے حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۱۰۷ عمرو بن قیس ملائی کی حالات میں، تاریخ ابن عساکر ۶٤٥/١ (آدم کی حالات میں اور درِ منشور از سیوطی نقلا من الطبرانی وابن عساکر)

اب یہ روایت اس بات میں صریح ہے کہ آدم علیہ السلام کو محمد ﷺ کی معرفت زمین پر آنے کے بعد بھی نہیں تھی جبریل کے بتانے سے پتہ چلا جبکہ مستدرک حاکم کی موضوع (خودساختہ) روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو آسمان سے نیچے آنے سے پہلے ہی عرش پر کلمہ لکھا ہوا دیکھ کر معلوم ہو گیا تھا۔

آدم علیہ السلام کے ہندوستان میں آنے پر تمام علمائے اسلام، اہل تورات، اہل انجیل کا اتفاق ہے بلکہ انھوں نے اسے اپنا مسکن بھی بنایا تھا۔ دیکھئے تاریخ طبری ۱ ص ٦٠)

خامساً: قادری صاحب کی ذکر کردہ یہ روایت ان کے ان اماموں کے مذہب کے بھی خلاف ہے جن

کی وہ تقلید کرتے ہیں

پھر قادری صاحب نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ غیر ثابت روایت ان کے ائمہ ابوحنیفہؒ، محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ قادری صاحب اس روایت سے أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ کہنے کا جواز ثابت کر رہے ہیں۔ جبکہ مذکورہ ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ دعا میں اسألک بحق محمد کہنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

چنانچہ فقہ حنفی کی معروف کتاب درمختار میں ان کے علامہ ابن عابدین حنفیؒ نے تاتارخانیہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ:

ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ:

«لَا يَنبَغِي لِأَحَدٍ اَن يَّدعُوَ اللّٰهَ اِلَّا بِهِ وَالدُّعَاءُ المَأذُونُ فِيهِ المَامُورُ بِهِ مَا استُفِيدَ مِن قَولِهِ تَعَالٰى: وَلِلّٰهِ الأَسمَاءُ الحُسنٰى فَادعُوهُ بِهَا۔»

''یعنی کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرے مگر اسی اللہ کے وسیلہ کے ساتھ اور جس دعا کے کرنے کی اجازت اور اس کا حکم دیا گیا ہے وہ وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مستفاد ہے یعنی «وَلِلّٰهِ الأَسمَاءُ الحُسنٰى فَادعُوهُ بِهَا» اللہ ہی کے اچھے اچھے نام ہیں لہٰذا تم ان ناموں کے ساتھ اللہ سے دعا کیا کرو۔

اب ان کے علامہ ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ دعا کرنے والا اللہ کو اللہ کے وسیلے کے ساتھ پکارے، تو اسکا مطلب یہ ہے:

بِذَاتِهِ وَأَسمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَكَرِهَ قَولَهُ: بِحَقِّ أَنبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَأَولِيَائِكَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے ناموں اور اس کی صفتوں کے وسیلے سے اس سے دعا کرے اور امام ابوحنیفہ نے دعا کرنے والے کے لیے یہ مکروہ سمجھا ہے کہ وہ دعا کرتے وقت یہ کہے کہ اللہ میں تجھ سے تیرے نبیوں، رسولوں اور تیرے ولیوں کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔

[الدر المختار مع حاشيه رد المختار جلد ٦ ص: ٣٩٥.٣٩٧]

حنفیوں کے چوتھی صدی کے فقیہ امام ابوالحسین احمد بن ابوبکر قدوری نے شرح کتاب کرخی میں بھی اسی

طرح لکھا ہے۔

(دیکھئے:جلاء العینین فی المحاکمة بین الأحمدین ص۲۴۲، انوار رحمانی جلد دوم،ص:۱۰۶)

علامہ ابن ابی العز حنفیؒ نے بھی امام طحاوی کے عقیدہ طحاویہ کی شرح میں فرمایا ہے:

«وَلِهٰذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَصَاحِبَاهُ رضى الله عنهم: يُكرَهُ أَن يَّقُولَ الدَّاعِي: أَسْأَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ أَو بِحَقِّ أَنبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَبِحَقِّ البَيتِ الحَرَامِ وَالمَشعَرِ الحَرَامِ وَنَحوِ ذَالِكَ۔»

یعنی اسی لیے ابوحنیفہ اور اس کے دونوں شاگردوں ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اپنی دعا میں ایسے کہے: اے اللہ! میں تجھ سے بحق فلاں یا بحق انبیاء یا بحق رسل یا بحق بیت اللہ یا بحق مشعر حرام سوال کرتا ہوں۔(دیکھئے: شرح عقیدہ طحاویہ، ص:۲۶۲)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق ص:۴۲۸ میں بھی بحق فلاں یعنی فلاں کے حق کا وسیلہ ڈال کر دعا کرنے کو مکروہ لکھا ہوا ہے۔اور کنز الدقائق کے حاشیہ نمبرے میں ہے کہ:

لَا يَجُوزُ أَن يَّقُولَ بِحَقِّ فُلَانٍ۔ عَلَيْكَ وَكَذَا بِحَقِّ أَنبِيَائِكَ وَأَولِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَالبَيتِ(الحَرَامِ) وَالمَشعَرِ الحَرَامِ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لِلمَخلُوقِ عَلَى الخَالِقِ وَإِنَّمَا يَخُصُّ بِرَحمَتِهِ مَن يَّشَاءُ مِن غَيرِ وُجُوبٍ عَلَيهِ۔

یعنی ''دعا کرنے والے کے لیے اپنی دعا میں اس طرح کہنا جائز نہیں ہے کہ اے اللہ! فلاں کے اس حق کے ساتھ جو تجھ پر ہے اور اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے: تیرے نبیوں اور تیرے رسولوں اور تیرے ولیوں کے بحق یا بحق بیت اللہ یا بحق مشعر حرام میں تجھ سے دعا کرتا ہوں۔کیوں کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔وہ تو اپنی رحمت کے ساتھ خود ہی جسے چاہتا ہے مختص کر لیتا ہے۔''

اسی طرح حنفیوں کے نزدیک سب سے معتبر کتاب ہدایہ میں بھی ان اماموں کا یہ قول لکھا ہوا ہے۔

[دیکھئے ھدایه اخیرین کتاب الکراهیة ج:۲، ص:۴۷۵]

اب قادری صاحب غور کریں اس موضوع (من گھڑت) روایت میں تو بحقِ محمد دعا کرنا جائز لکھا ہے اور آپ کے وہ امام ابوحنیفہ، محمد اور ابو یوسف جن کی آپ تقلید کرتے ہیں اسے مکروہ اور ناجائز کہہ رہے ہیں۔

اگر کوئی شخص ہدایہ، کنز الدقائق یا قدوری میں لکھے ہوئے مسئلوں میں سے کسی مسئلے کی مخالفت کرتا ہوا دیکھا جائے مثلاً رکوع کے وقت رفع یدین کرے اور حدیث کی پیروی کرے یا امام احمد یا امام شافعی یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرے تو آپ جیسے لوگوں کے خون کھولنے لگتے ہیں، اس پر فتوے الاپے جاتے ہیں اسے سزا دی جاتی ہے، گھر سے نکال دیا جاتا ہے، اس سے قطع کلامی کی جاتی ہے، اسے نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ اس نے فقہ حنفی کی مخالفت کی ہے۔ تو ذرا غور کیجیے اس موضوع حدیث سے ثابت ہونے والے مسئلہ میں نہ ہی قرآن کی مخالفت کا احساس ہو رہا ہے اور نہ ہی امام ابوحنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کی مخالفت کا ڈر لگ رہا ہے۔ بلکہ جو قرآن اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کی موافقت کرتے ہوئے اپنی دعا میں بحق فلاں نہیں کہتا، بلکہ ڈائریکٹ ربنا۔ یا۔ اللھم۔ یا۔ یارب۔ یا۔ یا اللہ کہہ کر ہی دعا کر لیتا ہے، اس سے دشمنی کی جاتی ہے اور فتویٰ لگایا جاتا ہے۔

کیا وہ قرآن کا منکر ہے کیا نبی کا منکر ہے۔ کیا وہ امام ابوحنیفہ کا منکر ہے۔ اگر اس لیے نبی کا منکر ہے کہ وہ اپنی دعا میں بحق نبی نہیں کہتا تو اس سے لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد اور فقہ حنفی کی کتابوں کو مدوّن کرنے والے مصنفین بھی منکرین انبیا ہوں کیوں کہ انھوں نے دعا میں بحق انبیاء، بحق رسل، بحق اولیاء مکروہ لکھا ہے۔ اب لگایئے فتویٰ کن پر لگاتے ہیں۔ (جاری ہے.....)

میرا پسندیدہ شعر

اب درندوں سے نہ حیوانوں سے ڈر لگتا ہے
کیا زمانہ ہے کہ انسانوں سے ڈر لگتا ہے
عزت نفس کسی شخص محفوظ نہیں
اب تو اپنے ہی نگہبانوں سے ڈر لگتا ہے (حافظ عبدالقدیر متعلم جامعہ ھذا)

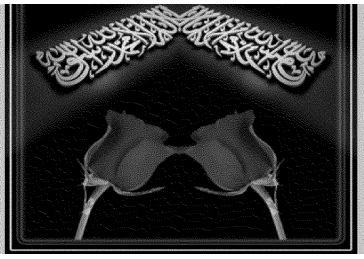

تم کافر ہو.....!

مولانا محمد رفیق طاہر
(مدرس دارالحدیث محمدیہ ملتان)

آج کل ایک دوسرے کو کافر کہنے کا رواج عام ہوتا چلا جارہا ہے۔اور کیوں نہ ہو ,اس میں تو لطف ہی بہت آتا ہے۔کیونکہ ابلیس نے اس کام کو مسلمانوں کے لیے بڑا خوشنما بنا کر پیش کیا ہے۔ویسے تو گناہ والا ہر کام ہی پر لطف ہوتا ہے، گو کہ آخرت میں اسکا انجام بہت برا نکلتا ہے،لیکن گناہ جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا ہے ویسے ہی اس کی لذت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔اور چونکہ کسی مسلمان کو کافر قرار دے دینا گناہوں میں سے بہت بڑا گناہ ہے اسی لیے اس گُناہِ پُر لذت کے مرتکب بہت ہی محظوظ ہوتے ہیں۔

ویسے اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو کسی کلمہ پڑھنے والے اور ارکان اسلام وایمان پر عمل کرنے والے شخص کو کافر قرار دینا بسا اوقات دینی وشرعی ضرورت بن جاتی ہے۔اور اسلام نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے ,اسکے ظاہری اعمال مسلمانوں والے ہوں لیکن پھر اسکے بعد وہ کوئی ایسی حرکت کرے جو کسی مسلمان کو مرتد بنا دیتی ہے تو اہل علم مکمل تحقیق وتفتیش کے بعد اسکے کافر ہونے کا اعلان کردیں اور مسلمان حاکم اس مرتد کو قتل کردے تا کہ یہ گندی مچھلی سارے تالاب کو گندہ نہ کردے۔

اور ماضی میں اس شرعی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے اسلام دشمنوں کو کافر قرار دیا گیا ہے جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر کفر کی ترویج شروع کردی تھی۔ماضی قریب میں مرزا غلام احمد قادیانی اس بات کی بہترین مثال ہے۔کہ مولانا بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ نے مکمل تحقیق وتفتیش کے بعد اسکے کافر ہونے کا فتوی دیا , پھر انکے بعد برصغیر کے دیگر علماء کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کردار کو پرکھ کر اس پر کفر کا فتوی لگایا۔اور یہ عین اسلام کی ضروریات میں سے ہے، کہ ایسے ظالم شخص پر کفر کا فتوی لگا کر عوام الناس کے سامنے اسکا کفر واضح کیا جائے ۔

لیکن بہر حال جیسا کہ مثل مشہور ہے "جسکا کام اسی کو ساجھے ... کوئی اور کرے تو ٹھینگا باجے" یہ کام ہر ایک کا نہیں جو چاہے اٹھے اور کفر کفر کی توپ چلانا شروع کر دے۔ یہ نہایت حساس معاملہ ہے اور صرف یہ نہیں کہ عوام الناس یہ کام نہیں کر سکتے بلکہ یہ تو چھوٹے موٹے مولویوں کا کام بھی نہیں ہے۔ یہ ایسے کبار علماء کا فریضہ ہے جو راسخ فی العلم یعنی علم میں پختہ ہوں اور علما بھی عوام الناس میں عالم دین مشہور ہونے کے باوجود ان کی طرف رجوع کرتے ہوں ,ان سے سیکھتے ہوں ,اور مسائل کا حل دریافت کرتے ہوں ,ایسے ہی لوگوں کو عرف عام میں استاذ العلماء (یعنی علما کا استاد) یا استاذ الاساتذہ (یعنی استادوں کا استاد) کہا جاتا ہے۔ الغرض یہ فریضہ جتنا بڑا, اور معاملہ جتنا حساس ہے، اسے سرانجام دینے کے لیے بھی اتنے بڑے علم وفضل کے حاملین اور حکمت ودانائی کے پیکر درکار ہیں۔

اور یہ صرف اسی مسئلہ کی بات نہیں ہے بلکہ دنیا کا ہر کام اسی اصول پر ہی چلتا ہے۔ کسی بھی ملک کی عوام زمامِ حکومت کسی مجنون اور دیوانے کے سپرد نہیں کرتی , بلکہ کسی صاحب علم ودانش کو اپنا حاکم بناتی ہے۔ کیونکہ نظام حکومت کو چلانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ایسے ہی تقریبا ہر معاملہ میں لیڈر اور رہنما صرف اسے ہی تسلیم کیا جاتا ہے جس میں قائدانہ صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہوں۔ وگرنہ وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے جو اپنی سیادت وقیادت کسی نااہل شخص کے سپرد کر دے۔ اور ایک عرب شاعر نے تو کیا خوب کہا ہے:

إِذَا كَانَ الْغُرَابُ دِلِّيلَ قَوْمٍ

سَيَهْدِيهِمْ طَرِيقَ الْهَالِكِينَ

''یعنی جب کسی قوم کا راہنما کوا بن جائے , تو وہ انہیں ہلاکت کی راہوں پر ہی گامزن کرے گا۔''

الغرض "لِكلِّ فنٍّ رِجالٌ "یعنی ہر فن کے لیے کوئی نہ کوئی ماہرین ہوتے ہیں۔ ایسے ہی مسئلہ تکفیر کے لیے بھی ماہرین فن کی ضرورت ہے، وگرنہ جیسے قوم کو اگر عطائی حکیموں اور ڈاکٹروں کے پلے ڈال دیا جائے تو پھر قبرستان ہی آباد ہوتے ہیں, ویسے ہی اگر مسئلہ تکفیر کو بھی جاہل وکج فہم فتوی بازوں کے سپرد کر دیا جائے تو وہ ساری قوم کو ہی کافر بنا بیٹھتے ہیں۔ لہذا یہ مسئلہ انہی لوگوں کے سپرد کرنا ضروری ہے

جو اسکے اہل ہیں۔

شریعت اسلامیہ نے بہت سے کاموں کو کفریہ کام قرار دیا ہوا ہے , لیکن اسکے باوجود دین اسلام کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کر کے یا اسکا نام لے کر اسے کافر قرار دینے سے منع کرتا ہے, الّا یہ کہ اس میں کچھ شرائط پوری ہو جائیں اور اسکے معاملہ کی مکمل طور پر تحقیق کر لی جائے۔اس مضمون میں ہم ان چند قوانین کا ذکر کریں گے کہ جن پر عمل درآمد کرنا اسلام نے کسی بھی شخص کو کافر کہنے کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ جو شخص ان اصولوں کو مدنظر رکھے بغیر کافر کافر کی گردان کرتا ہے , اسے تکفیری یا خارجی کہا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ اس مضمون سے یہ ہرگز مقصود نہیں ہے کہ اسے پڑھ کر ہر شخص لوگوں کو کافر بنانے کی مشق شروع کر دے , بلکہ مقصود صرف اور صرف اس معاملہ کے بارہ میں وضاحت کرنا ہے کہ یہ کام کن کن مراحل سے گزرنے کے بعد سرانجام دیا جاتا ہے۔تاکہ ذی شعور لوگ اسے پڑھتے ہی فوراً سمجھ جائیں کہ یہ کام انکی دسترس سے بالاتر ہے۔ اور اسے ان لوگوں کے ہی سپرد کریں جو یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں۔

تکفیر کی اقسام

کسی کو کافر قرار دینے کی دو قسمیں ہیں۔ایک تو یہ کہ کسی گروہ یا شخص کا نام لے کر اسے کافر قرار دینا , اسے تکفیرِ مُعَیَّن کہا جاتا ہے۔اور دوسرا یہ ہے کہ کسی کام کو کفریہ قرار دینا , یعنی یوں کہنا کہ جس نے بھی فلاں کام کیا وہ کافر ہے , اسے تکفیرِ مُطلَق کہا جاتا ہے۔یعنی تکفیر مطلق کسی خاص کفریہ فعل کی بناء پر ہوتی ہے۔لیکن اس خاص فعل کا مرتکب خاص شخص اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک اس میں تکفیر کی شرطیں پوری نہ ہو جائیں اور موانع ختم نہ ہو جائیں۔لہذا تکفیر مطلق اور تکفیر معین کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔

تکفیر مطلق:.....کسی بھی فعل کو کتاب وسنت میں کفر قرار دیا گیا ہو تو اسکے بارہ میں کہنا جس نے بھی یہ کام کیا وہ کافر ہے۔تکفیر مطلق کہلاتا ہے۔مثلا : اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا انسان کو دائرہ اسلام

سے خارج کر دیتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالی یا نبی آخر الزماں ﷺ، یا ارکان اسلام وایمان کا انکار کرنے سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔لہذا ہم کہیں گے کہ جس نے بھی شرک کیا اسکا اسلام ختم ہو گیا اور جس نے بھی اللہ کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔اور اسے تکفیر مطلق کا نام دیا جاتا ہے۔اور ایسی تکفیر کی صورت میں جن افراد پر یہ تکفیر صادق آتی ہے ان سے کفار والا معاملہ نہیں کیا جاتا نہ ہی انہیں مرتد قرار دیا جاتا ہے۔بلکہ انہیں مرتد قرار دینے کے لیے انکی معین تکفیر کی جاتی ہے۔

تکفیر مُعیّن (nominate takfeer).....تکفیر معین یہ ہوتی ہے کہ کسی بھی ایسے کام کے مرتکب شخص کو نام لے کر کافر قرار دینا جس کام کا کفر یا شرک ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے ۔مثلا : زید نے اللہ تعالی کی آیات کا مذاق اڑایا تو یہ کہنا کہ زید کافر ہے اسے تکفیر معین کہا جاتا ہے۔

تکفیر معین کے اصول

مطلق تکفیر تو قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص کرتا ہے مگر تکفیر معین ایک حساس معاملہ ہے۔لیکن بہر حال اسلام میں کسی بھی شخص کی معین تکفیر کی جاسکتی ہے لیکن اسکے لیے اللہ تعالی نے کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں

ا۔علم ..... اگر کسی آدمی کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ کام کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تو اس آدمی کو کفریہ کام کا ارتکاب کر لینے کے باوجود کافر نہیں کہا جائے گا۔مثلا زید نے اللہ تعالی کی آیات کا مذاق اڑایا ہے اور اسے معلوم ہی نہیں کہ ایسے کرنے سے انسان مرتد ہو جاتا ہے تو اسے مرتد یا کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ))

''میری امت سے خطا اور نسیان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے درگزر کیا ہے، معاف کر دیا ہے۔''

(سنن ابن ماجه كتاب الطلاق باب طلاق المكره والناسی ح(2043)

جہالت کی بنا پر، بھول کر، بندہ کام کر لیتا ہے۔جاہل ہے، اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیں گے۔ہم دنیا میں اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا سکتے۔جب تک اس کی جہالت رفع نہ ہو۔بلکہ جہالت کی وجہ سے

کفریہ کام سرانجام دینے والے کو تو اللہ تعالی نے معاف فرمادیا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ المَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ :إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي، ثُمَّ اطْحَنُونِي، ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا، فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ، فَأَمَرَ اللَّهُ الأَرْضَ فَقَالَ :اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ، فَفَعَلَتْ، فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ، فَقَالَ :مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ :يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ، فَغَفَرَ لَهُ))

''ایک آدمی بہت گناہ گار تھا۔ تو جب اسکی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا کر راکھ بنا دینا اور پھر مجھے ہوا میں اڑا دینا، اللہ کی قسم اگر اللہ نے مجھے جمع کر لیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ جیسا اس نے کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اسکے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالی نے زمین کو حکم دیا کہ جو کچھ تیرے اندر ہے اسے جمع کر، تو زمین نے اسکی خاک کو جمع کر دیا اور وہ اللہ کے حضور پیش ہوا تو اللہ تعالی نے پوچھا تجھے یہ کام کرنے پر کس نے ابھارا تھا۔ تو وہ کہنے لگا اے رب! تیرے ڈر نے ہی مجھے اس کام پر مجبور کیا تھا۔ تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرمادیا۔''

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار (3481)

یعنی اس بیچارے نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ سمجھا کہ شاید اللہ کے پاس اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ ذروں کو جمع کر کے مجھے دوبارہ کھڑا کر سکے۔ البتہ وہ شخص مومن تھا اسے یقین تھا کہ مرنے کے بعد حساب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالی پر اسے یقین تھا۔ لیکن اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے اللہ تعالی کی صفات کا انکار کر بیٹھا کہ اگر میں راکھ ہو جاؤں گا اور میرے ذرات بکھر جائیں گے تو شاید اللہ تعالی کی گرفت سے بچ جاؤں گا۔ اور اس نے یہ کام صرف اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرتے ہوئے کیا تھا۔ تو اللہ رب العزت نے اسے معاف فرمادیا کہ اس شخص میں جہالت کا عذر تھا۔

۲۔ قصد و عمد..... یعنی کوئی بھی شخص جو کفریہ کام کا مرتکب ہوا ہے، وہ اگر جان بوجھ کر کفر کرے گا

تو ہم اسکا نام لے کر اسے کافر کہیں گے اور اس پر مرتد ہونے کا فتوی لگے گا۔ اور اگر وہ کفریہ کام اس سے کسی غلطی کی وجہ سے سرزد ہوا ہے تو اسے کافر یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ))

''میری امت سے خطا اور نسیان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے درگزر کیا ہے، معاف کر دیا ہے۔''

(سنن ابن ماجه كتاب الطلاق باب طلاق المكره والناسي ح(2043)

اسی طرح وہ شخص کہ صحراء میں جس کا اونٹ گم ہو گیا اور وہ موت کا انتظار کرتے کرتے سو گیا, لیکن جونہی آنکھ کھلی تو اس کا اونٹ ساز وسامان سمیت اسکے سامنے کھڑا تھا , تو انتہائی خوشی کے عالم میں بے ساختہ اسکی زبان سے یہ جملہ نکلا "یا اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں "(صحیح مسلم) ۔ظاہراً تو یہ کلمہ کفریہ تھا , لیکن چونکہ اس نے یہ جملہ جان بوجھ کر نہیں کہا بلکہ بلا اختیار اسکے منہ سے یہ الفاظ نکلے , لہذا ایسے شخص کی تکفیر کرنا قطعا جائز نہ ہوگی۔

۳۔اختیار.....تیسری شرط یہ ہے کہ وہ آدمی مختار ہو، یعنی اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے کرے، اگر کوئی آدمی اس کو کہتا ہے کہ تو کفریہ کلمہ کہہ، نہیں تو تجھے ابھی قتل کرتا ہوں۔ تو وہ اس کے جبر، تشدد وظلم کے ڈر سے کوئی کفریہ کلمہ کہہ دیتا ہے یا کفریہ کام سرانجام دے بیٹھتا ہے تو ایسے آدمی کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النحل :(١٠٦)

''جو آدمی اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کرے(اللہ کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہے)۔ ہاں وہ بندہ جس کو مجبور کر دیا گیا(تو اس آدمی پر کوئی وعید نہیں ہے) لیکن جس نے شرح صدر کے ساتھ دل کی خوشی کے ساتھ کفر کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

یعنی اگر جان بوجھ کر، اپنے اختیار کے ساتھ، جبر واکراہ کے بغیر، وہ ایسا کفریہ کلمہ کہتا ہے، یا کفریہ

کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ قابل مؤاخذہ ہے۔لیکن اگر کسی کے ڈر سے وہ کفریہ کام سر انجام دیتا ہے تو وہ قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا :

((لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ))

''تجھے جلا دیا جائے، تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرنا۔''

(سنن ابن ماجه كتاب الفتن باب الصبر على البلاء ح(4034)

عزیمت پر محمول ہے، یعنی موت کے خوف سے، جان بچانے کی غرض سے کفریہ یا شرکیہ کام کرنا پڑتا ہے، کفریہ یا شرکیہ کلمہ کہنا پڑتا ہے تو آدمی کو رخصت ہے کہ کفریہ یا شرکیہ کلمہ کہہ سکتا ہے، شرکیہ یا کفریہ کام کر سکتا ہے، لیکن عزیمت یہی ہے کہ بندہ اس وقت بھی کفریہ کلمہ نہ کہے۔اور اگر وہ رخصت کو اپنا لیتا ہے تو بھی شریعت نے اسکی اجازت دی ہے۔اور یہ کوئی مداہنت یا معیوب بات نہیں

۴۔تأویل (misconception)..... چوتھی شرط یہ ہے کہ جو شخص کفر کا ارتکاب کر رہا ہے وہ مؤول نہ ہو۔یعنی ایسا نہ ہو کہ وہ کسی شرعی دلیل کا سہارا لے کر اس کام کو جائز سمجھتا ہو ۔قرآن وحدیث کی غلط تفسیر وتاویل کر کے کسی بھی کفریہ کام کو اپنے لیے جائز سمجھنے والے کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاسکتی جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو جائے۔مثلاً آج کل بہت سے لوگ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔تو ہم کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے اور جو بھی غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے وہ مشرک وکافر ہو جاتا ہے۔لیکن اگر زید نامی شخص غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے تو ہم اسے اس وقت تک کافر قرار نہیں دیں گے جب تک اس پر حجت قائم نہ کر لیں اسکی تحقیق نہ کر لیں۔کیونکہ اللہ تعالی نے غلط تاویل وتوجیہہ کرنے والوں کے ایسے کاموں سے درگزر فرمایا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ)) صحيح مسلم (١٧١٦)

''جب فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرتا ہے، اگر تو اسکا فیصلہ درست ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور

اگر اسکا اجتہاد اسے غلطی پر پہنچادے تو بھی اسے ایک اجر ملتا ہے۔''

اور ہمارے یہاں پائے جانے والے بہت سے ایسے افراد جو کفریہ وشرکیہ کام کرتے ہیں وہ اجتہادی خطأ کا شکار ہوتے ہیں اور کتاب وسنت کی نصوص کی غلط تاویل وتفسیر کر کے اسے ہی حق سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ لہذا کیسے ممکن ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر کردی جائے جسے اللہ تعالی ایک اجر عطا فرماتے ہیں؟

الغرض کسی بھی شخص کی معین تکفیر یعنی اسکا نام لے کر اسے کافر قرار دینا یا کسی جماعت کی معین تکفیر اس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک اللہ رب العزۃ کے مقرر کردہ اصول وقوانین کو اپلائی نہ کیا جائے۔

کفر ہونے کا اثبات..... ایسے ہی جس کام کی بناء پر کسی شخص کو کافر قرار دیا جارہا ہے اس کام کا کفر ہونا بھی شریعت اسلامیہ کے واضح دلائل وبراہین سے ثابت ہو۔ یہ نہ ہو کہ جس کام کی بناء پر کفر کا فتوی لگایا جارہا ہے شریعت اسے کفر ہی نہ سمجھتی ہو۔ اور ہمارے معاشرہ میں اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عمل کا کفریہ ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا , مگر اسکی بناء پر لوگوں کو کافر قرار دیا جارہا ہوتا ہے۔ ایسا ہی کام نبی کریم ﷺ قرآن مجید فرقان حمید اور اللہ تعالی کی گستاخی کے نام پر بھی کیا جاتا ہے، کہ بہت سے ایسے افعال واقوال جو کہ شریعت کے میزان میں گستاخی نہیں بنتے , انکی بناء پر بھی ارض پاک میں جابجا ظلم وبربریت کے بازار گرم کیے جاتے ہیں , جوشیلے ہمنواؤں کے جلو میں فقیہانِ کج فہم کسی مسلمان پر چڑھ دوڑتے ہیں اور اسے کافر اور گستاخ کہہ کر موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ لہذا کسی بھی شخص کی تکفیر کے لیے ضروری ہے کہ جس عمل کی بناء پر اسے کافر کہا جارہا ہے وہ عمل واقعتاً کفر ہو۔

تکفیر مسلم کے بھیانک نتائج..... اگر کوئی شخص کسی مسلمان آدمی کو جان بوجھ کر کافر کہہ دے, تو کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔ (صحیح بخاری ,کتاب الادب ,باب من کفر أخاہ بغیر تأویل فھو کما قال

کیونکہ یہ معاملہ نہایت ہی سنگین ہے، کسی بھی شخص کو کافر قرار دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسکی جان ومال اور آبرو کچھ بھی محفوظ نہیں رہی یعنی مسلمانوں کے لیے اسے قتل کرنا اور اسکا مال لوٹنا جائز ہوگیا ہے۔ اسی بناء پر آپ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ پاکستانی حکام , عدلیہ , افواج اور پولیس وغیرہ کو کافر کہتے ہیں

, وہ انہیں قتل کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اور انکا مال لوٹنے کے لیے اغواء برائے تاوان تو انکا پسندیدہ مشغلہ بن چکا ہے۔ آئے روز ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ فلاں جگہ بم دھماکہ ہوگیا , فلاں جگہ خودکش حملہ ہوگیا , فلاں شخص کو تحریک طالبان نے اغواء کر کے نامعلوم مقام پر پہنچا دیا اور اسکی رہائی کے عوض اتنی رقم کا مطالبہ رکھ دیا ہے۔ یعنی تکفیر کا فتنہ ایسا خطرناک فتنہ ہے جو موجودہ دور کے تمام تر فتنوں سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہے۔

خاتمہ..... کسی خاص شخص کو کافر قرار دینے سے متعلق یہ کچھ اہم بنیادی معلومات تھی جو ہم نے آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ کہ کسی بھی کفریہ کام کے مرتکب شخص کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک مندرجہ بالا شرائط اس میں پوری نہ ہو جائیں۔ اور یہ کام صرف اور صرف راسخ فی العلم علما اور قضاۃ کا ہے، نہ کہ جو چاہے ان شرائط کو خود سے پورا کر لے اور کافر کافر کی گردان کرتا پھرے اور کہے کہ میں نے تو حجت قائم کر دی ہے لہذا میرے نزدیک اب یہ شخص کافر ہے۔ اور جو لوگ ان اصولوں اور قاعدوں کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں انہیں تکفیری کہا جاتا ہے۔

اللہ کی قسم! بادشاہ تو یہ ھے

ایک دفعہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی ملکہ زبیدہ شہر میں موجود تھے اس شہر میں ایک بہت بڑے عالم دین حافظ الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ آتے ہیں۔ ہوتا کیا ہے ...؟ جب شہر کے باسیوں کو پتہ چلتا ہے کہ آج ہمارے شہر میں ایک عالم آرہے ہیں شہر والے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں، استقبال کے لیے ٹولیوں میں، جوق در جوق لوگ نکل رہے ہیں ملکہ زبیدہ نے پوچھا آج کیا بات ہے ...؟ لوگ شہر سے باہر کیوں جا رہے ہیں ...؟ بتایا گیا آج اس شہر میں ایک عالم دین آرہے ہیں لوگ ان کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں اس وقت ملکہ زبیدہ نے کیا کہا تھا...؟

((هَذَا وَاللّٰهِ الْمَلِكُ))

''اللہ کی قسم! بادشاہ ھارون الرشید نہیں بادشاہ یہ عالم دین ہے۔''

تاریخ بغداد (۱۰/ ۱۵۶)، تاریخ اسلام للذہبی (۱/ ۱۳۸۳) (انتخاب: محمد یحییٰ طاہر)

مسلمان کا طرز زندگی

الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ خطیب وامام مسجد نبوی

ترجمہ وترتیب

پروفیسر محمد منیر اظہر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

فضیلۃ الشیخ صلاح بن محمد البدیر سعودی عرب کے علاقہ احساء میں ھفوف نامی شہر میں پیدا ہوئے اورانہوں نے بنیادی تعلیم بھی یہیں سے حاصل کی۔قرآن کریم اور دین کے ساتھ شروع سے لگن تھی،اس لیے ۱۴۶۰ ہجری میں جب آپ میٹرک سطح کی تعلیم حاصل کررہے تھے آپ نے امامت کی ابتدا کی،اس وقت آپ اپنے استاد کی نیابت میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔شیخ نے اعلیٰ تعلیم جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ کے شعبہ شرعیہ میں احساء میں قائم اس کے کیمپ سے حاصل کی۔بعدازاں آپ نے المہد العالی للقضاء ریاض سے قانون اور شریعت کی تعلیم حاصل کی،اس کے بعد آپ دمام اور ریاض میں امامت کے عہدہ پر فائض رہے اوراس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو مسجد نبوی میں امامت وخطابت کا اعزاز حاصل ہوا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وعمل کے ساتھ بہت سے سوز وگداز سے نوازا ہے،نمازوں میں ان کی قرأت سن کر ہر شخص ایک خشوع وخضوع کی خاص کیفیت محسوس کرتا ہے۔شیخ مکرم امامت کے ساتھ مدینہ منورہ کی اعلیٰ عدالت میں قاضی اور جج کے فرائض کے انجام دیتے ہیں۔

سفر عمرہ میں ہمارے وفد نے ۹ مارچ ۲۰۱۱ء بروز بدھ فجر کی نماز کے متصل بعد شیخ صاحب سے مسجد نبوی سے متصل ان کے خاص کمرہ میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔حاضرین کی التماس پر شیخ نے ایک جامع نصیحت بھی فرمائی جسے افادہ عام کے لیے اردو قالب میں حوالہ جات اور ترتیب کے بعد قارئین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں اوراسی سے بخشش کے طلبگار ہیں،ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں،وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے نبی امی ﷺ پر بے شمار رحمتوں کا نزول فرمائے جو ہمیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کا سبب بنے اور آپ کے تمام پیروکاروں پر بھی جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کے راستے

کی پیروی کی۔

① ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کتاب وسنت کی اتباع پر بہت زیادہ حریص ہو کیونکہ یہ دونوں شریعت کی بنیاد اور مصدر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف انہیں کی اتباع کا مکلّف ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾

''اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو، بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔'' الاعراف(۳)

خود پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اسی کی پیروی کرو۔ یہ وحی کتاب وسنت کی شکل میں آج ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ امت مسلمہ جب تک ان صافی چشموں سے ہدایت کی طالب رہے گی اس وقت تک گمراہ نہیں ہوگی۔ ہمارے حبیب اور ہادی ﷺ کا ارشاد ہے:

''میں تمہارے اندر دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔''

موطاامام مالك:(١٥٩٤)

اسی طرح تمام سلف صالحین صحابہ وتابعین کا طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ قرآن وسنت کو واجب الاتباع سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مشہور ائمہ وفقہا کا طرز عمل بھی یہی تھا اور وہ تمام اپنے متعلقین کو اسی چیز کی وصیت کر کے گئے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

۱۔ ''جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

۲۔ ''جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے خلاف ہو تو میرے قول کو چھوڑ دو''

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

۱۔''میں تو صرف ایک بشر ہوں مجھ سے غلطی بھی ہوجاتی ہے اور کبھی درست بات کہتا ہوں لہذا تم میری رائے میں غور وفکر کرو، جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور ہر وہ بات جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔''

۲۔''نبی ﷺ کے بعد ہر آدمی کی بات کو لیا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی، مگر نبی ﷺ کی بات کو لینا ہی ضروری ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

۱۔''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس آدمی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی سنت واضح ثابت ہوجائے تو اس کے لیے کسی کے قول کی بنا پر اس سنت کا چھوڑنا حلال نہیں۔''

۲۔''ہر وہ مسئلہ جس میں اہل نقل کے ہاں رسول اللہ ﷺ سے حدیث ثابت ہو اور وہ میرے قول کے خلاف ہو تو میں اس مسئلہ سے اپنی زندگی میں اور موت کے بعد بھی رجوع کرتا ہوں۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

۱۔''تم نہ میری تقلید کرو، نہ مالک، شافعی، اوازعی اور ثوری کی بلکہ وہاں سے (مسائل) لو جہاں سے انہوں نے اخذ کیے۔''

۲۔''جو کوئی اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کو رد کردے تو وہ ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر ہے۔''

اسی طرح تمام سلف صالحین سنت کی اتباع کو لازم گردانتے تھے اور حدیث رسول ﷺ جب صحیح ثابت ہوجائے تو اس سے کسی حیلے بہانے سے سرمو انحراف کو جائز نہ سمجھتے تھے اور ان سب کی بعد والوں کے لیے یہی وصیت ہے۔امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تم سنت کی اتباع کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔

ایک آدمی امام شافعی رحمہ اللہ سے ملا اور کہا اے ابوعبداللہ اس مسئلہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے اس کے سامنے حدیث ذکر کی اس نے کہا اے ابوعبداللہ! کیا آپ اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں امام صاحب نے فرمایا: سبحان اللہ، کیا آپ مجھے کنیسہ سے نکلتا ہوا دیکھتے ہو؟ کیا مجھے دیکھتے ہو کہ میں نے کمر پر چقماق باندھ رکھا ہے؟ کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہ لوں؟ ہاں میں اسی حدیث کو لیتا ہوں اور میرا سر آنکھوں پر۔

[ائمہ کرام کے ان اقوال کے حوالہ جات اور مزید تفصیل کے لیے علامہ فلانی کی کتاب ایقاظ ھمم اولی الابصار، علامہ ابن القیم کی اعلام الموقعین اور شیخ ناصر الدین کی کتاب صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

② بغیر علم کے بات نہ کی جائے

کتاب وسنت کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم کسی ایسی بات کی جسارت نہ کریں جس کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو اس لیے کہ دین کا ہر ایک مسئلہ بتاتے وقت آدمی اسے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے اور اگر وہ بات درست ثابت نہ ہو تو افترا علی اللہ کے زمرے میں آتی ہے جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ اگر آدمی کسی مسئلہ کے بارے میں علم نہیں رکھتا تو صراحت سے کہہ دے کہ لَا اَدْرِی (میں نہیں جانتا) سلف صحابہ وتابعین وغیرہ کا یہی طریقہ تھا وہ فرماتے تھے کہ

:''علم کی تین قسمیں ہیں (۱) کتاب اللہ جسے بول کر بتائے۔ (۲) جو سنت اور طریقہ پہلے گزر چکا۔ (۳) لاادری (کہ میں نہیں جانتا)

کنز العمال: ۱۰/ ۱۳۲، معجم الاوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے)

جو آدمی یہ کہنا جانتا ہو کہ مجھے علم نہیں اس کی اخطاء بہت کم ہوتی ہیں۔ مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! جسے کسی چیز کا علم ہو تو وہ بات کہے اور جس کو علم نہ ہو تو وہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ کہے۔ اس لیے کہ علم کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ جس کے بارے میں

علم نہ ہوتو اس میں اللہ اعلم کہہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا:

﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾

''میں اس پر تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔''

صحیح البخاری:(٤٨٠٩)

اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔''

ابوداود:(٣٦٥٧)،مستدرك حاكم:١/ ١٨٤

امام دارالہجرہ مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی اپنی قوم کا نمائندہ بن کر اور چھ ماہ کی مسافت طے کر کے آیا اس آدمی نے امام مالک رحمہ اللہ سے چالیس مسائل کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے چار مسئلوں کا جواب دیا اور باقی سب میں کہا کہ لا ادری (میں نہیں جانتا)۔ آدمی کہنے لگا میں آپ کے پاس اتنی مسافت سے اپنی سواری پر سفر کر کے آیا ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نہیں جانتا۔ امام صاحب نے اس سے فرمایا: اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ اور جس شہر سے آئے ہو وہاں لوٹ جاؤ اور جا کر لوگوں کو بتا دو میں نے امام مالک سے سوالات کیے تو انہوں نے جواب دیا لا ادری (میں نہیں جانتا)

③ بدعات سے اجتناب اور ان کا رد

کتاب وسنت کی عظمت کا تقاضا ہے کہ ہر قسم کی بدعات کی مخالفت کی جائے ان سے اجتناب کیا جائے اور لوگوں کے سامنے وضاحت کی جائے کہ یہ بدعت ہے اور سنت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ آپ بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ بدعات کو ہی اصل دین اور سنت سمجھتے ہیں۔ لہذا ہم ایسی چیزوں پر خاموش نہیں رہ سکتے۔ لیکن بدعات پر رد کرتے ہوئے ہمیں لوگوں کے ساتھ شدت اور سختی کی ضرورت نہیں بلکہ اچھے اخلاق کے ساتھ، حکمت وبصیرت کے ساتھ ان کو دعوت دی جائے اور اچھی بات اچھے اسلوب میں کہی جائے۔

نبی ﷺ اس سلسلہ میں ہمیں متنبہ کر کے گئے اور آپ نے بہت واضح رہنمائی فرمائی ہے۔ حضرت

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے

''تم میری اور میرے خلفا کی سنت کو لازم پکڑو اور بدعات سے بچو۔''

جامع ترمذی:(٤٦٧٦)،ابن ماجه:(٤٢)

ہر خطبہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سب سے بری باتیں نئی پیدا کردہ چیزیں ہیں اور نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ آگ ہے۔''

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہ تھا تو وہ مردود ہے۔'' صحیح بخاری(٢٦٩٧)،صحیح مسلم:(١٧١٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''تم (سنت کی) پیروی کرو اور بدعت ایجاد نہ کرو، پہلی قدیم سنت میں تمہارے لیے کفایت ہے۔'' سنن دارمی:١/ ٨٠(٢٠٥)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''جو کوئی بدعتی سے بات سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سنے ہوئے سے کوئی فائدہ نہ پہنچائیں گے اور جس نے بدعتی آدمی سے مصافحہ کیا تو اس نے اسلام کی ایک ایک کڑی کو توڑ دیا۔''

تلبیس ابلیس باب دوم فی ذم البدع ١/ ١٥

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

''جس آدمی نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی جسے وہ اچھا خیال کرتا ہے تو اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت (کے پہنچانے) میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔'' تو جو اس دن دین نہ تھا وہ دین نہیں ہو سکتا۔ الاعتصام للشاطبی:١/ ٣١٩

④ تعویذ گنڈوں سے اجتناب

توحید باری تعالیٰ اور اتباع سنت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ایسے تمام اعمال سے اجتناب کیا جائے جو آدمی کو شرک تک لے جاتے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت یا بیماری آلے تو وہ عاملوں اور پھونکنے والوں کے چکر لگاتے پھرتے ہیں اور بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ نام نہاد عامل اپنی دوکانداری کو چمکانے کے لیے شرکیہ اعمال کا سہارا لیتے ہیں، اس طرح یہ لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان کو بھی برباد کرتے ہیں۔ تعویذات اور گنڈوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس کسی نے تمیمہ لٹکایا تو اس نے شرک کیا۔'' یہ آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تھا جب آپ کے پاس ایک گروہ آیا آپ ﷺ نے ان میں سے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک سے اپنے ہاتھ کو روک لیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے نو سے بیعت لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر تمیمہ ہے'' اس نے اپنا ہاتھ داخل کر کے اسے کاٹ دیا تو آپ ﷺ نے اس سے بیعت لی اور فرمایا: ''جس کسی نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' مسند احمد ٤/ ١٥٦، مستدرك حاكم: ٤/ ٢١٩ عن عقبه بن عامر

تمیمہ ہر وہ چیز ہے جسے نظر بد سے بچاؤ کے لیے بچوں کو لٹکایا جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی چیز سے ہو۔ قرآن کریم کے علاوہ تمائم کی حرمت پر تو علما کرام کا اجماع ہے اور اگر یہ تعویذات قرآنی آیات وسور اور مسنون دعاؤں پر مشتمل ہوں تو ان کے بارے میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک راجح موقف یہ ہے کہ قرآنی تعویذات بھی نہ لٹکائے جائیں۔ بلکہ آدمی سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مسنون دعاؤں کے ساتھ شفا طلب کرے یقیناً یہ وظائف اور دعائیں اس کے لیے شفا کا سبب ہوں گی اور سنت کی پیروی کا اجر بھی اسے مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خالص کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تصوف کی اصل عیسائیت ہے اسی لئے صوفی مذہب بڑی حد تک عیسائی رہبانیت کا ہو بہو چربہ (خاکہ) ہے۔عیسائی راہبوں کی طرح صوفی بھی نکاح سے دامن بچانے کی کوشش کرتا ہے۔شریعت مطہرہ کی عطا کردہ آسانیوں کو ترک کر کے خود کو بلاوجہ مشقت میں ڈالتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے استفادہ کر کے ان کا شکر ادا کرنے کے بجائے ان نعمتوں کو ٹھکرا کر اللہ کا ناشکرا بننا زیادہ پسند کرتا ہے۔کتاب وسنت میں مذکور مسنون اذکار کے بجائے خود ساختہ اور بدعتی ذکر واذکار کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے لیکن اللہ کے بجائے شیطان کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اسی کو اپنی کامیابی تصور کرتا ہے۔تصوف میں مقام حاصل کرنے کے لئے دنیا اور دنیاوی معاملات کو ترک کر کے نکمّوں کی طرح گوشہ نشینی کو لازمی قرار دیتا ہے۔اسی لیے صوفی نہ دنیاوی لحاظ سے مخلوق خدا کے لیے سودمند ثابت ہوتے ہیں اور نہ دینی لحاظ سے لوگوں کو ان سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔یہ نکمّے اور بے کار لوگ بجا طور پر دھرتی کا بوجھ ہیں۔

ترک نکاح سے متعلق صوفیوں کے خیالات کے بارے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں: صوفیوں نے اپنی کتابوں میں ترک نکاح اور شادی کی برائیوں کے بارے میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں اور یہ بات ذکر کی محتاج نہیں کہ صوفیوں نے یہ خیال عیسائیوں اور یہودیوں سے لیا، جو اس طرح علیحدگی اور رہبانیت اختیار کرتے تھے۔

(تصوف ،تاریخ وحقائق، صفحہ 89)

اس سلسلے میں اکابرین صوفیا کے خیالات ملاحظہ فرمائیں: شعرانی نے ایک صوفی مطرف بن عبداللہ الشغیر جو متقدمین صوفیا میں سے ہے، کے حوالے سے نقل کیا وہ کہتے ہیں: ''جس نے عورتوں اور

کھانے کو ترک کیا تو اس سے کرامت کا ظہور ضرور بہ ضرور ہوگا۔'' (طبقات الشعرانی، صفحہ 34)

ابن الجوزی نے ابو حامد الغزالی سے نقل کیا کہ ''مرید کو شادی میں مصروف نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ شادی میں مشغول ہو کر وہ اس راہ سے ہٹ جائے گا۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور چیز میں انس حاصل کرتا ہے وہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ (تلبیس ابلیس، صفحہ 286)

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کئی کئی نکاح کے باوجود بھی اللہ سے دور نہیں ہوئے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے صحابہ باوجود بیک وقت تین تین، چار چار اور دو دو نکاحوں کے رب کائنات سے دوری کا شکار ہوئے۔ لیکن یہ صوفی معلوم نہیں کس شخصیت کے ماننے والے اور کس کے پیروکار ہیں کہ جن کو نکاح اللہ سے دور لے جاتا ہے!!! معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کا عمل اللہ اور بندے کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے یہ وحی شیطان نے صوفیوں پر کی ہے ورنہ ترک نکاح کی ایسی کوئی ترغیب یا حکم شریعت مطہرہ میں موجود نہیں۔

اکابرین صوفیا کی اپنے ہم مذہبوں کو شادی کی سنت سے دور رکھنے کی ان تمام تر نصیحتوں اور ڈراوے کے باوجود بھی اگر کوئی صوفی نکاح میں مبتلا ہوا تو کیا ہوا؟ دیکھئے: سراج طوسی نے ایک صوفی کا واقعہ نقل کیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا، تیس برس اکھٹے رہے مگر وہ عورت باکرہ ہی رہی۔

(اللمع، صفحہ 264)

عطار نے عبداللہ بن خفیف جو مشہور صوفی ہے، کے حوالے سے نقل کیا کہ اس نے چار سو عورتوں سے شادی کی مگر کسی سے بھی جماع نہیں کیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 241)

شعرانی نے ایک صوفی یاقوت العرشی کے بارے میں لکھا کہ اس نے اپنے شیخ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ وہ لڑکی اٹھارہ برس تک اس کے پاس رہی مگر اس کے والد کی شرم و حیا کی وجہ سے وہ اس کے قریب نہ گیا اور جب یاقوت العرشی کا انتقال ہوا تو وہ لڑکی باکرہ ہی تھی۔

(الاخلاق المتبولیہ، جلد3، صفحہ179)

چونکہ برائی اور گمراہی میں ٹھہراؤ اور استقلال نہیں ہوتا بلکہ یہ بڑھتی ہی رہتی ہیں اسی طرح صوفیت بھی آغاز و ابتداء میں عیسائیت سے متاثر تھی لیکن فوراً ہی اس میں دیگر مذاہب کے گمراہ افکار و

نظریات نے جگہ بنالی اور یوں یہ صوفی مذہب تمام کافرانہ اور بے دین مذاہب کی خراب اور بری باتوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔اسی لیے علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے صوفی مذہب کے متعلق ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے:''تصوف دراصل اسلام، یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، ہندوازم اور بدھ ازم کے مشترکہ خیالات کا نام ہے۔'' (تصوف، تاریخ و حقائق، صفحہ75)

اب صوفی مذہب سے متعلق زمینی حقائق یہ ہیں کہ یہ ایک ایسا مسلک و مذہب ہے جس کی شیطانیت بھری تعلیمات، بدترین کفریہ اور شرکیہ عقائد اور اسکے نتیجے میں صوفیوں کی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدترین گستاخیوں کے بارے میں جان کر ایک گناہ گار مسلمان کی روح بھی کانپ اٹھتی ہے۔حتی کہ شیطان بھی اگر صوفیت سے زیادہ گمراہ، بدتر اور گستاخ کسی مذہب کی مثال تلاش کر کے پیش کرنا چاہے تو ناکام و نامراد ہوگا۔کیونکہ تمام مذاہب کی گمراہیوں کو اکھٹا کر کے اپنے اندر سمو کر تصوف مجسم برائی بن چکا ہے۔اب اس مذہب سے وہی شخص رشتہ جوڑتا ہے جو یا تو اس مذہب کے عقائد اور اصولوں سے ناواقف ہو یا پھر بدبختی اور گمراہی اس کا مقدر بن چکی ہو۔

اگر کوئی مخلص اور لوگوں کی اصلاح کا درد رکھنے والا شخص کسی کے عقیدہ اور عمل کی غلطی کو واضح کرے تاکہ وہ شخص یا گروہ اس غلطی کو چھوڑ کر راہ راست پر آجائے تو غلطی پر قائم گمراہ لوگ بجائے اپنی اصلاح کے الٹا اسی مخلص شخص پر چڑھ دوڑتے ہیں اور الٹے سیدھے اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ اس شخص کی بات مان لینے میں فائدہ کس کا ہے اور نہ ماننے کی صورت میں نقصان کس کا؟ انکی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کی اصلاح کے خواہش مند اس شخص کی ذات میں اور اسکی جماعت میں بھی ویسی ہی یا اس سے ملتی جلتی غلطیاں اور خرابیاں تلاش کر کے اسے بھی اپنی طرح ثابت کر دیا جائے تاکہ ان پر اعتراض کرنے والا شخص خود ہی خاموش ہو جائے اور انہیں اپنی غلطیاں سدھارنی نہ پڑیں کیونکہ شیطان نے ان غلطیوں کو دین بنا کر انکے دل میں راسخ کر دیا ہوتا ہے اس لئے ان لوگوں کے نزدیک یہی غلطیاں اصل دین ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان سے پیچھے ہٹنے کو یہ لوگ کسی صورت تیار نہیں ہوتے۔

اسی لئے جب اہل حدیثوں نے عوام الناس کی خیر خواہی اور انہیں گمراہی سے بچانے کے لئے

صوفیوں کے شیطانی عقائد اور ابلیسی معاملات پر اعتراض کیا تو بعض شیطان کے چیلوں نے پاکباز اور دین حق کے علمبردار اہل حدیثوں کو بزعم خود صوفی ثابت کرنے پر کمر کس لی۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ اہل حدیث حضرات کے صوفیت پر وارد شدہ اعتراضات کے تسلی بخش جواب دیتے لیکن چونکہ ان کے پاس صوفی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے کوئی معقول دلیل نہیں اس لئے انہوں نے بہتر سمجھا کہ اہل حدیثوں کو بھی صوفیت کی گندی چھینٹوں سے ناپاک کردیں۔ صوفیت کی نجاست اور گندگی میں لت پت ہونے کی وجہ سے اہل حدیث کے عقائد اور اعمال کی پاکیزگی انکی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھ رہی ہے اسی لئے یہ اہل حدیث کو بھی صوفی ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ حمام میں سارے ننگے ہوجائیں اور کوئی کسی پر انگلی نہ اٹھا سکے۔

جہاں تک باطل پرستوں کا اکابرین اہل حدیث پر صوفی ہونے کا الزام ہے تو بات صرف اتنی سی ہے کہ بعض اہل حدیث اکابرین نے اپنی تصنیفات میں ان اصطلاحات کا استعمال کیا ہے جو صوفیت میں رائج اور مستعمل ہیں۔ بس اسی ایک بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باطل پرست حضرات نے اہل حدیثوں کے متعلق صوفی ہونے کا جھوٹا پروپیگنڈہ کیا ہے۔ باوجود اسکے کہ اہل حدیث نے تصوف کی ان اصطلاحات کے وہ معنی نہیں لئے جو صوفی حضرات لیتے ہیں۔

صوفی حضرات اپنے مذہب کے لیے بعض ایسی اصطلاحات بھی استعمال کرتے ہیں جو شریعت اور صوفیت میں مشترک ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض لوگ صوفیوں کے بارے میں اس غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں کہ شاید یہ لوگ شریعت کے پابند نیک لوگ ہیں جبکہ ان مشترک اصطلاحات سے صوفیوں کی منشاء اور مراد شریعت کی مراد سے بالکل مختلف، برعکس اور برخلاف ہوتی ہے۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے خواجہ شاہ محمد عبدالصمد رقمطراز ہیں: شعرائے متصوفین کا جس قدر کلام ہے وہ بھی ایسے استعاروں، تشبیہوں اور اصطلاحوں سے لبریز ہے کہ عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بلکہ بعض اوقات نافہمی کی وجہ سے پڑھنے والا کچھ کا کچھ سمجھ کر گمراہی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ یہ ارباب دل ایک حد تک مجبور بھی ہیں کیونکہ جن کیفیات و احساسات کو وہ بیان کرنا چاہتے ہیں ان کے ادا کرنے سے زبان قاصر ہے۔ پس وہ استعارہ وتشبیہ اور مخصوص اصطلاحات کے ساتھ اپنا مدعا ظاہر کرتے ہیں۔

(اصطلاحات صوفیاء، صفحہ 5)

پس اس تصریح سے معلوم ہوا کہ تصوف کی اصطلاحات مخصوص اور خاص ہیں۔ اگر کوئی اصطلاح شرعی اصطلاح سے ملتی جلتی ہے بھی تو اس موافقت سے کسی کو دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر تصوف کی ایک مشہور اصطلاح ''زہد'' ہے جس سے مسلمان کچھ مطلب لیتے ہیں اور صوفی کچھ اور۔ چنانچہ خواجہ شاہ محمد عبدالصمد صوفیوں کے ہاں ''زہد'' کے مندرجہ ذیل معنی لکھتے ہیں: زہد: جسمانی عیش وآرام ترک کرنا۔ دل کو ماسوائے اللہ سے خالی کرنا۔ (اصطلاحات صوفیاء، صفحہ88)

شریعت میں مطلقاً جسمانی آرام ترک کرنا ناپسندیدہ فعل ہے کیونکہ انسان پر اس کے جسم کا بھی حق ہے کہ اسے آرام دیا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود کو مشقت اور ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے لیکن صوفی اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے خود کو کڑی مشقت میں ڈالتے ہیں اور اس کو ''زہد'' قرار دیتے ہیں۔

مولانا محمد زکریا دیوبندی اپنے سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ خواجہ عبدالواحد بن زید ابوالفضل کے ''زہد'' کا قصہ لکھتے ہیں: تین روز بعد افطار فرماتے اور پھر بھی تین چار لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے۔ (تاریخ مشائخ چشت، صفحہ :۱۲۲)

اسی بزرگ کے بارے میں مزید لکھتے ہیں: شیخ عبدالواحد یہ خواب دیکھ کر جاگ گئے اور اس کے بعد قسم کھالی کہ رات کو کبھی نہ سوؤں گا۔ چنانچہ پھر یہ حال ہوا کہ صبح کی نماز چالیس سال تک عشاء کے وضو سے پڑھی۔ (تاریخ مشائخ چشت، صفحہ 125)

خواجہ فضیل بن عیاض کے بارے میں مولانا زکریا دیوبندی تحریر کرتے ہیں: خواجہ فضیل بھی صائم الدہر تھے۔ پانچ پانچ دن کے مسلسل روزے رکھتے تھے اور پانچ سو رکعت نوافل روزانہ ادا کرتے تھے۔(تاریخ مشائخ چشت، صفحہ 131) چشتی سلسلے کے ایک اور بزرگ ابراہیم بن ادھم کے بارے میں زکریا صاحب کا کہنا ہے: چار، پانچ دن کا روزہ ان کا بھی معمول تھا۔ گھاس وغیرہ سے افطار کرتے تھے۔ (تاریخ مشائخ چشت، صفحہ 137)

زہد کے نام پر یہ غیر شرعی اعمال وافعال ہیں جن کا ارتکاب صوفی حضرات کرتے ہیں۔ صوفیوں

کے برعکس اہل حدیث شریعت کی اتباع کو ہی ''زہد'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ رٹ لگانا کہ اہل حدیث کے اکابرین بھی صوفی تھے دیانت اور امانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مخالفین کتنے ایسے اکابرین اہل حدیث کے نام گنوا سکتے ہیں جو مسلسل چار اور پانچ دن کے روزے رکھتے تھے اور انسانوں کی غذا چھوڑ کر جانوروں کی غذا گھاس سے افطار کرتے تھے اور کس اہل حدیث کا رات میں معمول پانچ سو رکعات روزانہ ادا کرنے کا تھا اور کس اہل حدیث نے چالیس سال تک مسلسل عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی؟؟؟

زہد کے دوسرے معنی کہ دل کو ماسوائے اللہ سے خالی کرنا بھی صوفیوں کا خود ساختہ اور بدعی نظریہ ہے۔ اہل حدیث زہد کے کسی ایسے معنی پر یقین نہیں رکھتے۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ صوفیوں اور مسلمانوں کے نزدیک زہد سے مراد لئے جانے والے مطالب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''زہد سے یہ حضرات ترک دنیا مراد لیتے ہیں یعنی دنیا سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر کے جنگلوں، ویرانوں، صحراؤں، دریا کے کناروں پر جا کر سال ہا سال چلّے کاٹتے پھرنا، جس کا مقصد خرق عادت امور کا حصول اور وقوع پذیر ہونا ہے جبکہ اسلامی زہد یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل میں جاگزیں نہ ہو۔ حصول دنیا یا کسب حلال کو تو اسلام نے صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن قرار دیا ہے۔ یہ حضرات اس معاملہ میں احکام نبوی کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں۔''

(شریعت و طریقت، صفحہ 453)

اسی طرح مسلمانوں اور صوفیوں میں ایک مشترک لفظ توحید ہے جس سے دونوں فریقین کی مراد ایک دوسرے کے خلاف ہے۔ خواجہ شاہ محمد عبدالصمد صوفی مذہب میں توحید کے یہ معنی لکھتے ہیں:

توحید: اس کے تین مراتب ہیں۔ (۱) توحید عامی یعنی توحید شرعی (۲) توحید خاص (۳) توحید اخص الخاص۔

(اصطلاحات صوفیاء، صفحہ 44)

توحید خاص اور توحید اخص الخاص کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان دونوں کو توحید ذوقی کہتے ہیں۔

(اصطلاحات صوفیاء، صفحہ 44)

پھر توحید ذوقی کی تشریح میں رقم طراز ہیں: بندہ اولیاء اللہ کے فیضان صحبت اور ان کی تعلیم و تلقین

سے بہرہ ور ہوتا ہے اور عشق حقیقی میں قدم رکھتا ہے۔اس وقت اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کے معنی اس پر کھلتے ہیں اور انسان توحید شرعی سے آگے بڑھ کر توحید ذوقی یعنی وحدت الوجود کے مزے لے لیتا ہے جس کا بیان کسی عبارت کسی لفظ سے ممکن نہیں۔ (اصطلاحات صوفیاء، صفحہ 45,44)

اس وضاحت کے بعد یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ صوفیوں کی توحید مسلمانوں کی توحید سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔اہل حدیث توحید سے مراد وحدت الوجود نہیں لیتے بلکہ وحدت الوجود کو بدترین کفر اور شرک سمجھتے ہیں۔لیکن یہ خالص کفر اور شرک صوفی مذہب میں ایسی توحید ہے کہ اسکے سامنے شرعی توحید بھی انہیں شرک نظر آتی ہے۔شاہ گل حسن، سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی سے نقل کرتے ہیں: ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں سچ پوچھو تو توحید بھی شرک ہے۔ (تذکرہ غوثیہ، صفحہ 231)

اب صوفیا کی مشہور اور مستند کتاب ''التعرف'' سے مزید کچھ اسلامی اصطلاحات پیش خدمت ہیں جنھیں صوفی بھی استعمال کرتے ہیں لیکن ان سے صوفیوں کی مراد ہی شریعت سے الگ اور جداگانہ ہے۔ملاحظہ ہو:

1۔ شکر: ایک بڑے صوفی کا قول ہے: ''انعام کنندہ کو نگاہ میں رکھتے ہوئے شکر کو بھول جانا شکر ہے۔'' (تعرف، صفحہ 145)

2۔ تقویٰ: سہل تستری فرماتے ہیں: ''اللہ کی طرف مائل ہونے کی مقدار کے مطابق احوال کا مشاہدہ کرنا تقویٰ ہے۔'' (تعرف، صفحہ 151)

3۔ توکّل: ایک بڑے صوفی کے نزدیک اسکا مفہوم یہ ہے: ''توکل کی حقیقت ترک توکّل ہے اور یہ اس طرح ہے کہ اللہ ان کے لئے ایسا ہو جیسا اس وقت تھا۔جب وہ موجود نہ تھے۔''

(تعرف، صفحہ 156)

4۔ اخلاص: ابو یعقوب سوسی فرماتے ہیں: ''خالص عمل وہ ہے جس کا فرشتے تک کو پتہ نہ ہو کہ لکھ سکے اور نہ شیطان کو خبر ہو کہ اسے خراب کر سکے اور نہ نفس کو پتہ ہو کہ اس پر فخر کر سکے۔''

(تعرف، صفحہ 153)

5۔ ذکر: جنید فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کے مشاہدہ کے بغیر اللہ کہا وہ مفتری ہے۔ایک اور کہتا

ہے: ''دل کا کام مشاہدہ کرنا ہے اور زبان کا کام اس مشاہدہ کو بیان کرنا ہے۔ لہٰذا جس نے مشاہدہ کے بغیر بیان کیا وہ جھوٹا ہے۔'' (تعرف، صفحہ 162)

ہمیں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ مذکورہ بالا اصطلاحات سے صوفی جو مفہوم اخذ کرتے ہیں اور شریعت کے نزدیک انکا جو مفہوم ہے اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اب مسئلہ بالکل بے غبار ہے کہ اہل حدیثوں کو کچھ صوفیانہ اصطلاحات کے استعمال کی بنیاد پر صوفی قرار دینا کسی طور جائز نہیں۔ کیونکہ بعض اصطلاحات تو صوفیت اور اسلام میں یکساں ہیں لیکن اس کے معنی دونوں کے نزدیک الگ الگ ہیں لہٰذا صوفی جماعت اور اہل حدیث جماعت میں کوئی فرق روا نہ رکھنا اور دونوں کو صوفی کے مشترک لفظ سے پکارنا اہل حدیثوں پر ظلم عظیم نہیں تو کیا ہے؟

اس کے علاوہ مخالفین کا اکابرین اہل حدیث کو صوفی کہنے کا پروپیگنڈہ اس لیے بھی باطل، کمزور اور کھوکھلا ہے کہ محض صوفیت کی اصطلاحات استعمال کر لینے سے کوئی صوفی نہیں بن جاتا۔ جس طرح اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے لیکن اسکے عقائد مسلمانوں والے نہ ہوں تو محض دعویٰ سے وہ شخص مسلمان نہیں ہو جاتا اور نہ ہی کسی کے نزدیک اسکا دعویٰ مسلمانی قابل تسلیم ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح اگر بعض اہل حدیث اکابرین نے صوفی مذہب کی کچھ اصطلاحات کو استعمال کیا ہے یا کسی اہل حدیث کے بارے میں صوفی ہونے کا ذکر کیا ہے تو اس سے ان اہل حدیثوں کا صوفی ہونا لازم نہیں آتا جب تک وہ مکمل طور پر صوفی مذہب کے بنیادی اور ضروری عقائد کے حامل اور اقراری نہ ہوں۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مخالفین کا یہ دعویٰ کہ اہل حدیث اکابرین صوفی تھے کس حد تک درست اور واقع کے عین مطابق ہے اور صوفی حضرات کیا عقائد رکھتے ہیں اور اہل حدیث ان عقائد سے کس حد تک متفق یا مخالف ہیں۔

① صوفی مذہب کا ایک بنیادی عقیدہ وحدت الوجود کا عقیدہ ہے۔ وحدت الوجود کا مطلب ہے کہ خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہ کرنا بلکہ دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہوئے خالق کو مخلوق اور مخلوق کو خالق سمجھنا۔ جیسے حاجی امداد اللہ صاحب کی ملفوظات معروف بہ ''شمائم امدادیہ'' میں درج ہے: بندہ اپنے وجود ظاہری سے پہلے خود ہی باطنی طور پر خدا تھا۔ اب بندہ ہی خدائے ظاہر ہے۔

(شمائم امدادیہ، صفحہ 38)

یہ انتہائی درجہ کا کفر ہے اور اسی سبب علمائے حق نے وحدت الوجود کے حاملین صوفیوں کو یہود و نصاریٰ سے بدتر کافر قرار دیا ہے۔ پروفیسر طالب الرحمٰن شاہ حفظہ اللہ عقیدہ وحدت الوجود کے بانی و علمبردار صوفی ابن عربی اور اسکے پیروکاروں کے بارے میں رقم طراز ہیں: ''حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں خصوصی طور پر ابن عربی کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے اسے اور اسکے متبعین کو یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر کافر قرار دیا ہے۔''

(عقائد علماء دیوبند، تحقیق و تعلیق پروفیسر طالب الرحمن شاہ ،حاشیہ صفحہ 68)

اسی طرح فضیلۃ الشیخ حمود بن عبداللہ التویجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عربی عقیدہ وحدۃ الوجود کے قائلین کا امام ہے اور اس مذہب کے ماننے والے زمین پر بسنے والے کافروں میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ (القول البلیغ فی التحذیر من جماعتہ التبلیغ، صفحہ 133)

ہمارا اہل حدیثوں کو زور و زبردستی سے صوفی ثابت کرنے والے احباب سے سوال ہے کہ کیا کوئی ایک بھی اکابر اہل حدیث وحدت الوجود کا کفریہ عقیدہ رکھتا تھا؟ اگر ہاں! تو صاف اور صریح ثبوت پیش کیجئے اور اگر نہیں تو صوفی مذہب کے بنیادی عقیدے کے منکرین اور مخالفین کو زبردستی صوفی قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

② صوفی دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ انسانی شکل میں آسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو، شمائم امدادیہ میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے: راوی نے عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ نقل کرتی ہے کہ ایک میرے بھتیجے حج کو آئے تھے آگبوٹ تباہی میں آگیا۔ حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جی صاحب آگبوٹ کو شانہ دیتے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح سالم کنارے پر لگ گیا۔ فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم؟ فاعل حقیقی خداوند کریم ہے، کیا عجب کہ صحیح ہو۔ دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ، صفحہ 100)

صوفی دیوبندیوں کی طرح کیا کسی اہل حدیث کا بھی یہ کفریہ عقیدہ ہے کہ اللہ انسانی شکل میں

آ کر مدد کرتا ہے؟ اگر ہاں تو ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اکابرین اہل حدیث صوفی تھے اور اگر اہل باطل کے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں تو اس دروغ گوئی پر انہیں چلو بھر پانی میں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔

③ صوفی حضرات ننگے رہنے کو معیوب اور برا خیال نہیں کرتے۔ چنانچہ سید علی بن عثمان الہجویری لکھتے ہیں: ''بعض بزرگان ایسے بھی ہوئے ہیں جو لباس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور جو کچھ خداوند تعالیٰ دیتا ہے پہن لیتے ہیں خواہ وہ قبا (شاہ لباس) ہو یا عبا (درویشی لباس) اور اگر حق تعالیٰ ان کو ننگے تن رکھتے ہیں ،تو وہ ننگے تن رہتے ہیں اور میں علی بن عثمان الجلابی بھی اسی روش کو پسند کرتا ہوں۔ اور سفر کی حالت میں ، میں نے اسی پر عمل کیا ہے۔'' (شرح کشف المحجوب، صفحہ 254)

کیا کوئی بتائے گا کہ صوفیوں کے اس ننگے پن اور بے حیائی کے کتنے اہل حدیث قائل ہیں؟ اور کتنے اکابرین اہل حدیث برہنہ اور ننگے رہتے تھے؟ ان حیا سے عاری صوفیوں اور اہل حدیثوں میں آخر کونسا ایسا عمل اور نظریہ مشترک ہے جس کی بنیاد پر اہل حدیثوں کو صوفی کہا جاتا ہے؟

④ عبدالکریم الجیلی کہتا ہے: تم نہیں جانتے کہ جب حضور شبلی کی شکل میں ظاہر ہوئے تو شبلی نے اپنے شاگرد سے کہا «اَشْهَدُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ» میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چونکہ ان کا شاگرد بھی صاحب معرفت تھا اس لیے اس نے ان کو پہچان لیا اور کہا «اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

(الانسان الکامل ،جلد 2، صفحہ 74,75)

اس کا مطلب ہے کہ صوفیوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی روح اس دنیا میں بھٹکتی پھرتی ہے اور دوسرے انسانوں کے جسموں میں بھی سرائیت کر جاتی ہے۔ شاید صوفیاء کے نزدیک نبی کریم ﷺ اپنے جسم مبارک سے محروم ہو چکے ہیں اسی لیے شبلی کے جسم میں داخل ہو کر شبلی کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذالک

اس عبارت کے آخری جملے ''یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا'' سے معلوم ہوا کہ صوفی حضرات کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی شکلوں میں ظاہر ہوتے

ہیں۔اور غیروں کی شکلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے لیے صوفی کا صاحب معرفت ہونا ضروری ہے۔

صوفیوں کے ایسے بے سروپا اور گستاخانہ دعوؤں سے تصوف کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہمارا قلم اس عبارت پر مزید تبصرہ کرنے سے عاجز ہے۔اب ایک مسلمان کہاں تک انکے عقائد کو مترشح کرتی عبارتوں پر جرح کر کے اپنی زبان اور قلم کو گندا کرے؟! ہمارا سوال یہ ہے کہ کتنے اہل حدیث علما نے یہ دعویٰ کیا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں''؟؟؟ اور اہل حدیث عوام میں سے کتنے ایسے ہیں جنھوں نے ایسے دعویٰ کی تصدیق اس بنا پر کی کہ نبی کریم ﷺ اس دعویٰ کرنے والے کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں؟؟؟؟

⑤ صوفیوں کا ایک غیر اسلامی عقیدہ یہ بھی ہے کہ صوفی علم، مقام و مرتبہ اور اللہ کی معرفت میں انبیا سے افضل ہیں۔

عزیز الدین بن محمد النسفی (التوفی ۶۷۱ھ) لکھتا ہے: ''جان لو کہ اہل وحدت نے نبی کو حکیم پر فضیلت دی ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت دی ہے۔ ہر نبی حکیم ہوتا ہے اور ہر ولی نبی ہوتا ہے۔لیکن ہر نبی ولی نہیں ہوتا۔'' (کشف الحقائق، صفحہ 102)

مشہور صوفی سعد الدین حموی اپنی مثنوی میں کہتا ہے: ''ولایت کی واؤ نبوت کی نون کی نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے۔اسی قربت کی وجہ سے ولایت نبوت سے افضل ہے۔''

(غیث المواهب العلیه ،جلد 1، صفحه 235)

متقدمین صوفیا میں سے ابو یزید بسطامی کا یہ قول صوفیوں کے اسی عقیدہ (صوفی نبی سے علم و معرفت میں افضل ہے) کی ترجمانی کرتا ہے۔ابو یزید بسطامی کہتا ہے: ''ہم نے معرفت کے سمندر میں غوطے لگا لیے اور انبیا اس کے ساحل پر کھڑے ہیں۔''

صوفیوں کے عقائد کو دیکھتے ہوئے یہ بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ ایسے ایمان شکن اور خلاف اسلام عقائد کے حاملین مسلمانوں کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے

عقیدہ یہ بھی ہے کہ جب کوئی صوفی اللہ کی ذات میں فنا ہو کر وحدت الوجود کی حقیقت کو پا لیتا ہے

تو اس مقام پر پہنچ کر اللہ کی عبادت اس پر حرام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ اس مقام پر بھی اللہ کی عبادت کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اور اللہ ایک ہو جاتے ہیں تو اسکا پھر بھی عبادت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ اللہ اور خود کو ایک نہیں بلکہ دو مانتا ہے۔ بس صوفیوں کے ہاں اللہ اور مخلوق کو جدا ماننا کفر ہے۔ دیکھئے! علی بن عثمان الہجویری صاحب یہاں کیا بے ڈھنگی باتیں کہہ رہے ہیں: کائنات کا وجود ہی نہیں ہے۔ ہر چیز وجود حق میں شامل ہے۔ چناچہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو بارگاہ رب العزت کی طرف سے کچھ الہامات ہوئے۔ ان میں سے ایک الہام یہ ہے:

مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَةَ بَعْدَ الْوَصْلِ كَفَرَ (جس نے وصل کے بعد عبادت کی خواہش کی کافر ہوا)

اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وحدت الوجود حقیقت ہے جب انسان ذات حق میں فنا ہو جاتا ہے یعنی مقام فنا فی اللہ پر پہنچ جاتا ہے تو کس کی عبادت کرے۔ لہٰذا جب وہ عبادت کرتا ہے تو وہ وحدت الوجود سے منحرف ہو کر عبادت کرتا ہے اس انحراف کو کفر کا نام دیا گیا ہے۔ کفر کے لفظی معنی بھی چھپانے کے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ وحدت الوجود حقیقت ہے۔ جب بھی سالک مقام فنا (وحدت الوجود) سے واپس آ کر اپنی مفروضہ دوئی میں آتا ہے اور عبادت کرتا ہے تو اس کا عبادت کرنا گویا حق بات کو چھپانے کے مترادف ہوتا ہے۔ اور حق بات چھپانا کفر ہے۔ اس کفر کو کفر حقیقی کہا جاتا ہے۔

(شرح كشف المحجوب، صفحه 885)

یہ بدترین اور بے ہودہ ترین کلام ہے جو صوفیوں سے سرزد ہوا ہے۔ کوئی مائی کا لال قیامت تک کسی اہل حدیث سے ایسے کلام کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا لہٰذا ان کافر و مشرک صوفیوں اور صحیح العقیدہ اہل حدیثوں کے درمیان امتیاز باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اہل حدیث کی نسبت صوفی مذہب کی طرف نہ کی جائے اور اگر کسی نے اہل حدیثوں کو ان صوفیاء کی طرف منسوب کیا بھی ہے تو باطل اور مردود ہے کیونکہ ان صوفیوں اور اہل حدیث کے نظریات و عقائد میں بعد المشرقین ہے۔

اسی لیے ہمارا بنیادی اعتراض یہ نہیں کہ اہل حدیث اکابرین کو صوفی کے لفظ سے موسوم کیوں کیا جا رہا ہے کیونکہ بعض اوقات بے علم لوگ ہر داڑھی والے اور صاحب شریعت کو احتراماً صوفی صاحب یا صوفی جی کہہ دیتے ہیں لیکن انکے صوفی کہہ دینے سے کوئی صوفی نہیں ہو جاتا لہٰذا اس میں زیادہ برا

ماننے والی کوئی بات نہیں اگر چہ یہ بات بھی اصولاً غلط ہی ہے۔ جیسے آغاز صوفیت میں بھی صوفی کسی بھی نیک شخص کو کہہ دیا جاتا تھا۔ حتی کہ اسلام سے قبل بھی صوفی کا لفظ پارسا اور نیک لوگوں کے لئے مستعمل رہا ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ لفظ صوفی کے بارے میں کہتے ہیں: اسلام سے قبل بھی یہ لفظ معروف تھا اور اس زمانے میں اس لفظ کا استعمال نیک لوگوں یا اہل علم کے لیے کیا جاتا تھا۔

قوت القلوب، جلد 1، صفحہ 267)

پھر اسلام میں جب صوفیت کی پیوند کاری ہوئی اور بعض بزرگ اور بظاہر اہل علم خود کو صوفی کہلوانے لگے تو جب سے اب تک عوام الناس کا یہی چلن رہا ہے کہ کسی بھی اہل علم اور صاحب شریعت کو عزت واحترام دینے کے لیے صوفی کہہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اپنے آغاز کے بعد تصوف باقاعدہ ایک مذہب کی صورت اختیار کر گیا جس کے لیے باقاعدہ اصول وعقائد وضع کئے گئے جن میں سے اکثر وبیشتر کفریہ، شرکیہ اور شریعت سے براہ راست متصادم ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصوف بطور مسلک کے تیسری صدی میں مشہور ہوا اور تیسری صدی میں آکر ہی اس کی اصطلاحات، اس کی تعلیمات مرتب ہوئیں، اس کے قواعد وضوابط وضع کئے گئے، اس کا فلسفہ سامنے آیا اور اس کے پیروکاروں اور اس کے رہنماؤں کے خیالات بھی سامنے آئے۔ (تصوف، صفحہ 62)

چونکہ اب صوفیت باقاعدہ ایک مستقل مذہب ہے اس لئے جانتے بوجھتے ہوئے کسی ایسے شخص کو صوفی کہنا جائز نہیں جو صوفیانہ عقائد نہ رکھتا ہو۔ اس لیے ہمارا اصل اعتراض تو ان لوگوں پر ہے جو باقاعدہ اور جانتے بوجھتے ہوئے اکابرین اہل حدیث کو صوفی کہتے یا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس لفظ صوفی کو یہ لوگ اہل حدیث علما کے حق میں احتراماً استعمال نہیں کرتے بلکہ اس سے یہ لوگ یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل حدیث کے اکابرین بھی مروجہ تصوف کے حامی تھے۔ اس لیے کسی اہل حدیث کا رائج تصوف یا کسی صوفی پر انگلی اٹھانا یا اعتراض قائم کرنا درست نہیں۔ حالانکہ اہل باطل کا دعویٰ انہی کی طرح باطل ہے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اہل حدیث صوفی نہیں تھے کیونکہ وہ صوفیانہ عقائد ونظریات کے سخت مخالف تھے۔ اگر کسی اہل حدیث کی جانب سے کسی اہل حدیث کو

صوفی کہا بھی گیا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ فیصلہ عقائد پر ہوتا ہے ناموں پر نہیں۔ اگر کوئی نااہل خود کو مفتی کہے تو وہ مفتی نہیں ہو جاتا۔ اگر کوئی جاہل خود کو طبیب کہے تو طبیب نہیں ہو جاتا پھر صوفیانہ عقائد کے مخالف کو صوفی کہہ دینے سے وہ صوفی کیسے ہو جائے گا؟؟؟

برصغیر پاک و ہند میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب تصوف ایک وبا اور ایک بیماری کی طرح پھیلا ہوا تھا اور ہر دوسرا شخص اس سے متاثر تھا۔ اسکے علاوہ احناف اور اہل حدیث ہر دو فریقین تصوف کی ایک علیحدہ اور ایک دوسرے سے جداگانہ تعبیر رکھتے تھے۔ اس پر ان دونوں گروہوں کی کتابیں گواہ ہیں۔ بعض اہل حدیث تصوف کو زہد کا دوسرا نام سمجھتے تھے اور اسکے حصول کے لئے شریعت کی پابندی کو ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن اہل حدیث اس معاملہ میں غلطی کا شکار تھے کیونکہ کسی اہل حدیث کا تصوف کو زہد کا نام دے دینے سے زہد تصوف نہیں بن جاتا کیونکہ زہد ایک شرعی اصطلاح ہے جس کی اصل کتاب وسنت ہے اس کے برعکس تصوف بدعی اصطلاح ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت میں موجود نہیں۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: تصوف ایک علیحدہ مسلک اور مکتب فکر ہے۔ اس میں اور زہد و تقوی میں واضح فرق موجود ہے۔ یاد رہے کہ زہد اور تقویٰ کا تو کوئی بھی مخالف نہیں ہے اور نہ کسی کو اس پر اعتراض ہے۔ بلکہ یہ عادت حمیدہ ہے۔ اختلاف تصوف کے اوپر ہے اور اس کے عقائد اور افکار مختلف فیہ ہیں۔ (تصوف، صفحہ 65)

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر بعض اہل حدیث تصوف سے متاثر بھی تھے تو انکا تصوف وہ تصوف نہیں تھا جس میں بریلوی اور دیوبندی مبتلا ہیں۔ حنفی تصوف اور اہل حدیث تصوف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے ان دونوں کے تصوف میں امتیاز کئے بغیر اہل حدیث اکابرین کا مطلقاً صوفی قرار دینا بدترین مغالطہ ہے۔ کیونکہ اہل حدیث کو صوفی کہنے سے صوفی مذہب کی طرف انکی نسبت ہوتی ہے اور ان وحدت الوجودی صوفیوں سے بھی تعلق جڑ جاتا ہے جو کہ اصلی صوفی ہیں۔ اکابرین اہل حدیث تو نام کے صوفی تھے جو زہد، تقویٰ وغیرہ ہی کو تصوف سمجھتے تھے اور عملاً شریعت کے پابند رہتے تھے۔ عوام الناس کو گمراہی اور مغالطہ سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کو صوفی نہ کہا جائے جو صوفیانہ عقائد نہیں رکھتا جیسے کہ اہل حدیث کے اکابرین۔

اس مضمون کا حاصل اور نتیجہ یہ ہے کہ اہل حدیث صوفی مذہب کے کبھی بھی قائل و فاعل نہیں رہے نہ ہی صوفی عقائد کو اچھا سمجھتے ہیں اس لیے اہل حدیث یا انکے اکابرین کو صوفی کے نام سے یاد کرنا درست نہیں۔ جس طرح اسلام کے بنیادی عقائد سے منحرف شخص مسلمان نہیں ہوسکتا چاہے اسکی بابت مسلمان ہونے کا لاکھ دعویٰ کیا جائے اسی طرح تصوف کے بنیادی عقائد پر ایمان نہ رکھنے والا شخص بھی کسی صورت صوفی کہلائے جانے کا حقدار نہیں۔ چونکہ ایک بھی قابل اعتماد اہل حدیث عالم یا اکابر تصوف کے بنیادی عقائد کا حامل نہیں تھا اس لیے اہل حدیث اکابرین کے ادھورے اور مبہم حوالے پیش کر کے یہ تاثر دینا کہ اہل حدیث کے بڑے بھی اس تصوف کو صحیح سمجھتے تھے جس میں آج دیوبندی اور بریلوی مبتلا ہیں نرا فراڈ ہے۔

یہ تو تھا جماعت اہل حدیث کا اصل اور عمومی منہج یعنی تصوف سے بے زاری اور برات۔ جس سے کسی ایک آدھ اہل حدیث کی مخالفت استثنائی صورت رکھتی ہے اور اس اصل منہج کو متاثر نہیں کرتی لیکن اگر بعض اکابرین اہل حدیث کے تصوف سے جزوی طور پر متاثر ہونے کی وجہ سے یا صوفیانہ اصطلاحات استعمال کرنے کی وجہ سے کوئی انہیں صوفی کہنے پر بضد ہی ہے تو اسے چاہیے کہ انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حنفی صوفیوں اور اہل حدیث صوفیوں میں واضح فرق کرے۔ لیکن امتیاز اور فرق کیے بغیر اہل حدیث کے اکابرین کو مطلقاً صوفی قرار دینا دیانت اور امانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

میرا پسندیدہ شعر

اندھیروں کی سرکشی محمد سے دیکھی نہ گئی
پھر آفتاب بن کر آپ کو نکلنا پڑا
ہر ایک ذرہ چمک اٹھا ہے مہتاب ضیاء بن کر
فضاء کو جگمگایا آپ شمس الضحیٰ بن کر

حافظ زبیر الرحمٰن حاصل پور

تیز سورج میں چلے آتے ہیں میری جانب
دوستوں نے مجھے صحرا کا شجر جانا ہے (محمد اشعر غسان گوجرانوالہ)

کسی کے سودے پر سودے نہ کریں

اگر ایک آدمی نے سودا پکا کر لیا ہے تو دوسرا پھر اس پر سودا نہ کرے اسے بیع پر بیع کہا جاتا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے:

«اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أن يَّبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ».

مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اور کسی بھی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے۔'' صحيح مسلم، النكاح (١٤١٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ».

''' آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع مت کرے۔''

البخاری، البیوع، (٥١٤٣) ومسلم (١٤١٣)

بولی لگا کر بھاؤ نہ چڑھائیں

کوئی شخص محض سودے کی قیمت میں اضافہ کرنے، مارکیٹ خراب کرنے یا کسی کو اس میں پھنسانے کے چکر میں بولی لگانا شروع کر دیتا ہے اور بولی بڑھاتا جاتا ہے جبکہ اس نے خود خریدنا نہیں ہوتا ایسا کرنا گناہ ہے اور وہ شریعت میں مجرم ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّجَشِ»

''رسول اللہ ﷺ نے بولی بڑھانے سے منع فرمایا ہے۔'' بخاری، لبیوع، (۱۹۹۸)

ایسی بیع کو بیع نجش کہا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

کسی ضرورت مند کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھائیں

اگر کوئی شخص اپنی کسی مجبوری کے تحت اپنی کوئی چیز فروخت کر رہا ہے تو اس سے مارکیٹ ریٹ سے بہت کم پر سودا کر کے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا شرعاً درست نہیں، عہد رسالت میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ اگر کسی کو مجبوری میں کوئی چیز فروخت کرنی پڑتی تو کبھی بھی کوئی اس کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھاتا کہ اس کی چیز کم قیمت میں خریدتا بلکہ پوری پوری خیر خواہی کی جاتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت جریرؓ ایک گھوڑے کی خرید کے سلسلے میں منڈی گئے۔ ایک گھوڑا آپ کو پسند آ گیا آپ نے اپنے غلام کو بھیجا کہ اس کے مالک سے قیمت طے کر کے گھوڑا خرید لو۔ اس نے جا کر مالک سے بات کی اور تین سو درہم قیمت لگائی، مالک نے انکار کیا اور کہا میں اتنی کم قیمت پر گھوڑا نہیں بیچ سکتا، اس نے کافی کوشش کی لیکن وہ تین سو پر راضی نہ ہوا، غلام نے کہا اگر آپ میرے مالک سے خود بات کرنا چاہیں تو میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ غلام گھوڑے اور اس کے مالک کو لے کر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں نے اس شخص کو تین سو درہم کہہ دیا ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ میرا گھوڑا اس سے زیادہ قیمت والا ہے۔ اس شخص نے کہا حضرت اللہ آپ کا بھلا کرے کیا آپ اس کو جائز قیمت سمجھتے ہیں؟۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، نہیں۔ تمہارا گھوڑا واقعتاً قیمتی ہے، آپ نے کہا تم پانچ سو درہم لے لو ——— وہ تو راضی ہو گیا لیکن آپ نے محسوس کیا کہ شاید قیمت ابھی کم ہے آپ نے فرمایا چھ سو بلکہ سات سو لے لیں یہاں تک کہ آپ نے اسے آٹھ سو درہم دے کر وہ گھوڑا اس سے خرید لیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔

تهذيب الاسماء (١ ١٥٤/)و المعجم الكبير للطبرانی (٢ ٣٣٤/)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک صحابی کو کوئی ضرورت تھی تو اس نے اپنا گھوڑا ۵۰۰ درہم میں فروخت کرنا چاہا جب خریدار نے گھوڑے کو اچھی طرح دیکھا تو کہا یہ تو ۸۰۰ درہم کا ہے تم اتنا سستا کیوں بیچ رہے ہو۔اس نے کہا میں مجبور تھا مجھے اپنی لڑکی کو رخصت کرنا تھا۔خریدار نے کہا کہ ایک تو لڑکی کی رخصتی میں تنگ ہو کر اخراجات کرنے کا کوئی شرعی جواز نہیں اور دوسرے شریعت نے ہمیں مال خریدنے کی اجازت دی ہے لوگوں کی ضرورتیں نہیں پھر اس نے پوری رقم ادا کر کے وہ گھوڑا خرید لیا۔

فتح الباری بحواله احکام تجارت اور لین دین کی مسائل (ص ١٩٥)

نقد اور ادھار ریٹ مختلف نہ کریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

«نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ»

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

الترمذی، البیوع (١٢٣١) والنسائی (٤٢٣٢) حسن

ابوداود شریف کی روایت میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا».

''جس کسی نے ایک چیز کی دو قیمتیں مقرر کیں وہ یا تو کم قیمت لے گا یا پھر وہ سود ہو گا۔''

سنن ابی داود، البیوع (٣٤٦١) وأحمد (٤٣٢/٢) حسن

امام بغوی فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی کہے کہ میں تمھیں یہ غلام نقد ایک ہزار کا دوں گا اور ادھار دو ہزار کا دوں گا تو یہ ایک بیع میں دو شرطیں ہیں جو درست نہیں یعنی ایسی بیع فاسد ہے۔

شرح السنة (٣٠٦/٤) والنهاية لابن الأثير (٤٥٩/٢)

یاد رہے کہ اگر قسطوں کے کاروبار میں بھی نقد اور ادھار قیمت کا فرق ہو تو درست نہیں، نیز

قسطوں پر کاروبار کی دوصورتیں اہل علم نے بیان کی ہیں پہلی صورت کہ نقد اور ادھار دونوں صورتوں میں قسطوں کی رقم ایک ہوتو درست ہے ورنہ نہیں دوسری صورت کہ نقد اور ادھار میں قیمت مختلف ہو اور باہم تعین ہو جائے کہ ایک اور کتنی قسطوں میں دینا ہے اور اگر کچھ دینے میں تاخیر ہو جائے تو اضافی چارجز نہ پڑھیں تو درست ہے اور اگر عدم تعیین ہو تو درست نہیں۔ مذکورہ دونوں صورت میں دوسری صورت محل نظر ہے پہلی صورت میں درست ہے البتہ شک وشبہات سے بچنا ایمان کا حصہ ہے۔

مزدوروں کی اجرت جلد اور پوری دیں

تاجر حضرات کو چاہیے کہ اپنے ماتحت کام کرنے والے مزدوروں سے مزدوری کروا کر پھر انھیں اجرت پوری پوری دینا اسلامی تعلیمات کا اہم جز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت تین آدمیوں کا میں مدمقابل ومخالف ہوں گا (ان میں سے ایک یہ ہے)

«رَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنهُ وَلَم يُوْفِهِ أَجْرَهُ».

''ایسا آدمی جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا لیکن اس کو مزدوری پوری نہ دی۔''

البخاری، البیوع (۲۲۷۰.۲۲۲۷) ابن ماجه (۲٤٤۲)

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَن يَجِفَّ عَرَقُهُ».

''مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اسے اس کی اجرت دو۔''

ابن ماجه، الرهون، باب أجر الأجراء (۲٤٤۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے

آفت زدہ سے درگزر کریں

اگر سودا ہونے کے بعد یا ٹھیکہ وغیرہ طے ہونے کے بعد فصل، کھیتوں اور پھلوں پر کوئی ناگہانی آفت آجاتی ہے مثلاً سیلاب، آندھی، بارش مع ژالہ باری وغیرہ جس سے فصل کا نقصان ہو جاتا ہے تو مالک کو چاہیے کہ خریدار سے نرمی کریں اور ہلاکت کی زد میں آنے والے مال کی قیمت اور رقم وصول نہ

کریں۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ الْجَوَائِحَ»

نبی کریم ﷺ نے آفت زدہ کے نقصان کو معاف کر دیا ہے۔''

أبوداود، البيوع (٣٣٧٤) صحيح

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کرو اور اسے کوئی آفت آن پہنچے تو تمھارے لیے اس سے کچھ بھی (قیمت لے لینا جائز نہیں) کس وجہ سے تم ناحق اپنے بھائی کا مال لے سکتے ہو۔'' صحيح مسلم، المساقاة (١٥٥٤) أبوداود (٣٤٧٠)

اچھی باتیں سچی باتیں

- کمزور دشمن اگر دوستی جتائے اور فرمانبرداری دکھائے تو سمجھو لو وہ موقعہ پا کر وار کرنا چاہتا ہے۔
- ایسے دوستوں سے جو آپس میں دشمن ہوں علیحدہ علیحدہ اس طرح ملو کہ اگر کسی وقت دونوں میں دوستی ہو جائے تو تمہیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔
- جو بات بے پوچھے معلوم ہو سکے اس کے پوچھنے میں جلدی نہ کرو کہ وقار میں فرق نہ آئے۔
- کام ہمیشہ صبر و استقلال سے انجام پاتے ہیں مگر جلدی کرنے والے مفت میں منہ کے بل گرتے ہیں۔
- نالائقوں کے پاس بیٹھ کر کوئی لائق نہیں بن سکتا۔

انتخاب: حافظ فہد اللہ محمدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے شیخ، میرے محسن، میرے مربی، فضیلۃ الاستاد محدث العصر علامہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

تحریر.....ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے؟

بروز اتوار، بتاریخ ۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۳ نومبر ۲۰۱۳ء تقریباً ساڑھے ۹ بجے میرے بیٹے جابر نے مجھے دامان (ضلع اٹک) سے فون کیا کہ محترم الشیخ حافظ ''زبیر علیزئی'' وفات پا گئے ہیں۔

«« إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ . اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِي فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْراً مِنْهَا. »»

''ہم سب اللہ کے ہیں، ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! تو اس مصیبت میں مجھے اجر عطاء فرما اور اس کا نعم البدل عطاء فرما''

یہ خبر مجھے ریل گاڑی میں اس وقت ملی جب میں شیخ صاحب کی عیادت کر کے کراچی واپس آ رہا تھا۔ اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ والدین کی وفات پر غم والم ایک فطرتی بات ہے لیکن محترم شیخ کے بچھڑنے کا جو غم تھا وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ موصوف کے دنیا سے رحلت کے بعد ایسا لگا جیسے ہم یتیم ہو گئے۔ علم وعرفان وعمل کا یہ آفتاب بہت جلد غروب ہو گیا تھا، حالانکہ ابھی ہم نے ان سے بہت کچھ حاصل کرنا تھا۔ شیخ صاحب ہمارا بہت بڑا علمی سرمایہ تھے، ہم گھر بیٹھے ہی ان سے علم کے موتی وجواہرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ افسوس اب ہمارا وہ سہارا ختم ہو گیا! معلومات حاصل کرنے کا وہ عظیم الشان دروازہ بھی بند ہو چکا.....!

علما کرام کا اس طرح دنیا سے اٹھ جانا ہمارا بہت بڑا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

قیامت کی علامات میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ علم اور علماے کرام دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰی إِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُھَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))

صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، حدیث: ۱۰۰، ۷۳۰۷. مسلم: ٦٧٩٦. مسند احمد: ٥٦١١

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے، بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ (حق پرست) علماء کو اٹھالے گا، حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں (جاہل مولویوں) کو اپنا بڑا (راہبر ورہنما) بنالیں گے، لوگ ان سے (دینی معاملات میں) سوالات کریں گے اور وہ بغیر علم کے (اپنی رائے سے) جواب دیں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

اب ڈھونڈ اسے چراغ رخ زیبا لے کر
بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص پورے ملک کو ویران کر گیا

محترم شیخ صاحب کی عادت تھی کہ وہ رمضان المبارک کے روزے گزارنے کے لیے اپنے دست راس ''حافظ شیر محمد'' حفظہ اللہ کے علاقہ ''دیر'' میں جایا کرتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا، لیکن گزشتہ رمضان میں شیخ صاحب وہاں بیمار ہوگئے تو انہیں اپنے علاقہ ''پیر داد حضرو'' واپس آنا پڑا اور اس دوران علاج معالجہ سے شیخ صاحب کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ میں ۱۵ روزہ تبلیغی دورہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیصل آباد مرکز تبلیغ ادارۃ الاصلاح بھائی پھیرو پھول نگر بونگہ بلوچاں، حافظ آباد لاہور وغیرہ کا دورہ کر کے اپنے آبائی گاؤں دامان بتاریخ ۱۰ ستمبر ۲۰۱۳ء کو پہنچا تھا۔ دوسرے دن میں

نے موبائل پر شیخ صاحب سے گفتگو کی اور ان کو بتایا کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ شیخ محترم نے مجھے بتایا کہ میں اس وقت سرگودھا میں ہوں اور میرا قیام وہاں ۲۰ دن تک رہے گا۔ میرا قیام چونکہ ایک ہفتہ تک کا تھا پھر مجھے کراچی واپس آنا تھا لہذا شیخ صاحب سے ملاقات کی آرزو لیے کراچی روانہ ہوگیا۔ پھر مجھے میسج کے ذریعے بتایا گیا کہ شیخ صاحب پر فالج کا اٹیک ہوگیا ہے اور انہیں سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کردیا گیا ہے۔ اس خبر سے مجھے سخت دھچکا لگا اور ہم نے شیخ صاحب کے لیے دعائیں مانگنا شروع کردیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کو اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں منتقل کردیا گیا ہے اور وہاں ان کے دو آپریشن بھی ہوئے۔ اس دوران ملک کے طول وعرض میں دعاؤں کا سلسلہ جاری وساری ہوگیا۔ خطبات جمعہ میں اور نمازوں میں بھی دعائیں ہوتی رہیں۔ میرا دل بے تاب تھا کہ کب شیخ صاحب سے ملاقات ہوگی.....؟

چنانچہ میں ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو خیبر میل کے ذریعے راولپنڈی پہنچ گیا اور وہاں سے اسلامک ریسرچ سینٹر میں کچھ دیر قیام کیا پھر حافظ شیر محمد صاحب کے ذریعے جنرل ہسپتال راولپنڈی پہنچا اور اس وقت شیخ صاحب آئی۔سی۔یو وارڈ میں داخل تھے اور انہیں نالیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور وہ بے ہوش تھے۔ اگرچہ شیخ صاحب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ ہوش وحواس میں نہ تھے۔ میں نے شیخ صاحب سے بات کرنے کی کوشش کی اور انہیں چھوا اور آواز دی لیکن بے سود۔ پھر انہیں دم کرنے لگا۔ اس سلسلہ میں سنن ابی داود کی ایک روایت بھی پیش نظر تھی، جس میں آتا ہے کہ اگر ان کلمات کو مریض کے سرہانے ۷ بار پڑھا جائے تو اللہ تعالی اس مریض کو ضرور شفا دیتا ہے، سوائے موت کے (کہ موت کو کوئی نہیں روک سکتا) وہ کلمات یہ ہیں:

((اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَشْفِيَكَ))

''میں اللہ العظیم سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے کہ وہ آپ کو شفا عطاء فرمائے''

بروز ہفتہ تقریباً ساڑھے ۹ بجے یہ خبر ملی کہ محترم شیخ وفات پاگئے ہیں۔ میں ۱۱ بجے اپنے گھر پہنچا اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے معلومات حاصل کی۔ لیکن اتوار کی وجہ سے تمام ٹکٹ بک ہوچکے تھے۔ میں افسوس ہی کرتا رہ گیا کہ کاش میں وہاں ہوتا! شیخ صاحب کو اپنے ہاتھوں سے

غسل دیتا ان کو کفن پہناتا۔لیکن یہ سعادت تو اوروں کے لیے لکھ دی گئی تھی۔ بہرحال مسجد سعد بن معاذ مہر خان روڈ بھٹہ ویلج کہاڑی میں ہم نے محترم شیخ صاحب کا نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا۔اور اس سے قبل مسجد ابراہیم کہاڑی میں نماز ظہر کے بعد نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا تھا۔اور معلوم نہیں کہ محترم شیخ سے محبت رکھنے والوں نے کہاں کہاں ان کے لیے نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا ہوگا؟

احادیث رسول ﷺ سے شیخ کی والہانہ محبت والفت:

ہمارے شیخ حق وصداقت کی علامت تھے۔جس مسئلہ کا حق ہونا ان پر واضح ہوجاتا اس پر مضبوطی سے ڈٹ جاتے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔اور وہ اس معاملہ میں کسی کی ملامت کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے۔

اپنے بھی خفا ہیں مجھ سے اور بے گانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

احادیث کی صحت وسقم کے بارے میں شیخ صاحب کی تحقیقات بہت ہی وسیع تھیں اور ان کی عادت تھی کہ حدیث پر حکم لگانے سے پہلے اس حدیث کی پوری تحقیق فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں ان سے کوئی غلطی سرزد ہوجاتی اور انہیں جب اس کا احساس ہوجاتا تو وہ علانیہ اپنی غلطی سے رجوع فرماتے تھے اور یہ ان کی بہت بڑی خوبی تھی جو خال خال لوگوں ہی میں نظر آتی ہے۔موصوف کا صحیحین (بخاری ومسلم) کے بارے میں یہ موقف تھا کہ ان کی تمام مرفوع روایات بالکل صحیح ہیں اگر کسی نے بخاری یا مسلم کی روایت پر اعتراض کیا تو شیخ صاحب اس کا جواب لکھ دیا کرتے تھے۔اور سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث میں صحیح کے ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں موصوف نے سنن اربعہ پر تحقیق وتخریج کا کام بھی کیا ہے جن میں ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی کو دارالسلام نے شائع کردیا ہے لیکن سنن ترمذی ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔علاوہ ازیں مشکوۃ المصابیح تفسیر ابن کثیر کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے شیخ صاحب کی تحقیق تخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ شائع کردیا ہے۔اور اس سلسلہ میں موصوف نے ایک الگ جزء ''نبی کریم کے لیل ونہار'' بھی تصنیف فرمایا، جو شائع ہوگیا

ہے۔علاوہ ازیں مسند حمیدی بھی شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

شیخ موصوف نے سنن اربعہ کی ضعیف وموضوع روایات کو بھی ایک جزء میں اکٹھا کر دیا ہے جس کا نام ''انوار الصحیحة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة'' جو ابوداود، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کی ضعیف روایات کا مجموعہ ہے، جس میں روایات کے اطراف، راویان حدیث کی وجہ ضعف اور مختصر تخریج درج کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ شیخ موصوف کی درج ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں:

نصر الباری فی تحقیق جزء القراءة للبخاری

جزء رفع الیدین للبخاری

تحفة الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری (عربی)

الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین لابن حجر العسقلانی (عربی)

جزء علی بن محمد الحمیری (عربی)

مسائل محمد بن عثمان ابن ابی شیبة (عربی)

شیخ موصوف جب کسی روایت پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں تو اس کی وجہ ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث کس وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ بعض لوگ کسی روایت پر حکم لگاتے ہیں لیکن اس حدیث کی وجہ ضعف بیان نہیں کرتے نیز شیخ موصوف جب کسی ایسے راوی پر تحقیق کرتے ہیں اور کچھ محدثین نے ان پر جرح بھی کر رکھی ہوتی ہے تو موصوف جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے اسے ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک مقالہ میں انہوں نے اس کے دلائل بھی ذکر فرما دیے تھے۔موجودہ دور میں باطل فرقے ثقہ وثبت محدثین کرام کو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ضعیف باور کروانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں ایسے باطل فرقوں کے خلاف موصوف کا قلم فوراً حرکت میں آجایا کرتا تھا۔بعض محدثین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جنہیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے لیکن جب شیخ موصوف نے ان پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔جیسے:

مؤمل بن اسماعیل، نعیم بن حماد الخزاعی المروزی، محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ، شہر بن حوشب وغیرہ

اور بعض محدثین پر بلا وجہ بھی کلام کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں شیخ موصوف کے مقالات کی طرف رجوع ضروری ہے۔ احادیث کی تصحیح وتضعیف میں فن تدلیس کا بھی بہت اہم کردار ہے۔ محترم شیخ نے اس سلسلہ میں بہت سے مقالات تحریر فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی راوی اگر مدلس ہے اور وہ کسی روایت کو عن سے بیان کر رہا ہے تو جب تک کسی دوسری روایت میں اس راوی کے سماع کی تصریح نہیں مل جاتی تو صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں نقل کردہ ایسی روایت ضعیف مانی جائے گی۔ اور اس بات کی وضاحت اصول حدیث کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی نے ایک ہی مرتبہ تدلیس کی ہوگی تو اس راوی کی روایت بھی سماع کی تصریح کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اس روایت کو ضعیف ہی مانا جائے گا۔ اور صحیحین کی روایات میں مدلسین کا عنعنہ قابل قبول ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے وہ معنعن روایات ذکر کی ہیں کہ جن کے سماع کی تصریح دوسرے مقام پر موجود ہوتی ہے۔ اور اس فن پر جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں انہوں نے وہاں پر اس کے ثبوت پیش کر دیے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے بڑی فحش غلطیاں بھی کی ہیں اور کسی جگہ بعض رواۃ کی روایات کو تو ضعیف قرار دیا ہے لیکن بعض راویوں کی روایات کو صحیح قرار دے دیا ہے حالانکہ وہ رواۃ بھی مدلسین میں شامل ہیں۔

محترم شیخ نے احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اصولوں کی زبردست پابندی کی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے خوب مطالعہ کرنے کے بعد ہی احادیث کی تصحیح وتضعیف کا کام کیا ہے۔ بعض لوگوں نے دو چار ضعیف احادیث کو ذکر کے اور ضعیف، ضعیف، ضعیف کو ذکر کر کے اس حدیث کو صحیح قرار دے دیا ہے۔ شیخ موصوف کا اصول یہ ہے کہ کسی ضعیف روایت کے کتنے ہی ضعیف شواہد کیوں نہ ہوں وہ حدیث اصلاً ضعیف ہی مانی جائے گی اور وہ اس وقت تک صحیح تسلیم نہیں کی جائے گی جب تک اس کا کوئی صحیح شاہد نہ مل جائے۔ اور اس بحث کو مقالات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

موصوف کے مقالات ۵ جلدوں میں اور فتاوی علمیہ ۲ جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔ اس

کے علاوہ مختلف موضوعات پر موصوف کی کتب موجود ہیں جن میں موصوف نے دلائل کے ساتھ صحیح موقف کو واضح کیا ہے اور لوگوں کی قرآن وحدیث کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔

موصوف نے منکرین حدیث کے رد میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ مقلدین میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے رد میں بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ان کے عقائد و نظریات پر کھل کر لکھا ہے اور قرآن وحدیث کی طرف ان کی راہنمائی فرمائی ہے تاکہ وہ غلط عقائد و نظریات کو ترک کر کے قرآن وحدیث کی شاہراہ پر آجائیں۔ شیخ موصوف کو اللہ تعالی نے اخلاص بھرا دل عطا فرمایا تھا اور آپ کی کوشش تھی کہ جس طرح موصوف نے خود حق وصداقت کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے دوسرے لوگ بھی اس سچائی کی پیروی کر لیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہدایت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔

شیخ صاحب کو قرآن کریم سے بھی والہانہ محبت تھی یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اس دوران قرآن مجید کو صرف ۳ ماہ میں حفظ کر لیا تھا اور پھر آپ اپنے نام کے ساتھ حافظ لکھا کرتے تھے۔ محترم شیخ صاحب شروع میں اپنے والد محترم کی وجہ سے حنفیوں سے متاثر تھے کیونکہ ان کے والد جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے چچا جان نے انہیں ایک مرتبہ صحیح بخاری عنایت کی اور کہا: **''بیٹا حدیث کی یہ کتاب صحیح ترین کتاب ہے آپ اس کا مطالعہ کریں لیکن اس پر عمل نہ کرنا۔''** میں حیران رہ گیا کہ جب بخاری شریف حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہو تو پھر اس پر عمل سے کیوں روکا جا رہا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا اور جہاں رفع الیدین کا ذکر آیا تو میں نے اپنے طور پر رفع الیدین بھی کرنا شروع کر دیا۔ شیخ موصوف پڑھے لکھے انسان تھے انہوں نے ایم۔اے انگلش میں کیا تھا۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے پشتو زبان بھی پڑھی اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے پشتو کی گرامر بھی پڑھی۔ اگر میں اتنی محنت عربی زبان پر کرتا تو عربی میں میں مزید ماہر ہو جاتا۔ موصوف تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔

شروع میں انہوں نے اپنے استاد اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم سیکھا اور جہلم میں باقاعدہ پڑھ

کر وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ موصوف انتہائی ذہین انسان تھے اس لیے انہوں نے چند سالوں ہی میں دینی علوم میں دسترس حاصل کر لی تھی۔ اور پھر انہوں نے دینی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا جس سے ان کے علم میں نکھار پیدا ہو گیا۔

۱۹۸۴ء میں میں نے عذاب قبر کے منکر ڈاکٹر عثمانی کے رد میں ایک کتاب ''الدین الخالص'' لکھی تھی۔ جس کا مطالعہ موصوف نے بھی کیا اور اس وقت تک میری شیخ صاحب سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ شیخ نے مجھے خط لکھا اور اس میں میری ایک غلطی کی نشاندہی کی میں نے ایک محدث شیخ ابو احمد الحاکم رحمہ اللہ کے متعلق لکھا کہ وہ متساہل ہیں۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ ابو احمد الحاکم متساہل نہیں بلکہ وہ ابو عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک ہیں جو متساہل ہیں حقیقت یہ ہے کہ محترم شیخ صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا شخص میری اس غلطی کی نشاندہی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر شیخ صاحب نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میں شروع میں قبر میں سوال و جواب کے وقت اعادہ روح کا قائل نہ تھا لیکن آپ کی کتاب کے مطالعہ کے بعد میں اعادہ روح کا قائل ہو گیا ہوں۔ شیخ صاحب ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے کمال عثمانی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نماز جمعہ کے بعد ڈاکٹر عثمانی سے بات کرنے کے لیے تشریف لے جائیں اور ان سے سوال کریں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کس دلیل کی بنیاد پر کافر قرار دیا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذلک) ڈاکٹر عثمانی کا دعوی تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے اور دلیل کے طور پر ڈاکٹر موصوف نے امام احمد کی طرف منسوب کتاب الصلاۃ کا حوالہ دیا تھا اور حوالہ کے طور پر اس نے دیوبندی عالم مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب تسکین الصدور کا عکس دیا تھا، جبکہ کتاب الصلاۃ میں یہ مسئلہ موجود ہی نہیں ہے۔ اور پھر کتاب الصلاۃ کا انتساب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف بھی درست نہیں ہے۔ یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہے لیکن اس کی سند میں کئی رواۃ مجہول ہیں دیکھئے میری کتاب الدین الخالص دوسری قسط صفحہ ۲۲، ۲۳ جب موصوف وہاں تشریف لے گئے اور ڈاکٹر عثمانی سے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل کو کافر کہا ہے؟ اس کا ثبوت پیش کریں۔ ڈاکٹر عثمانی نے شیخ صاحب کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن شیخ صاحب نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ طبقات حنابلہ لائیں تا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس سند

میں کیا خاص ہے۔ڈاکٹر عثمانی کہنے لگے کے تم الف باء تو جانتے نہیں کل کے بچے ہو(اس کا خیال تھا کہ شیخ صاحب کو عربی نہیں آتی ہوگی) شیخ صاحب نے ڈاکٹر عثمانی سے عربی میں گفتگو شروع کر دی۔ شیخ صاحب عربی روانی سے بول رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عثمانی اٹک اٹک کر گفتگو کر رہے تھے۔جب ڈاکٹر عثمانی زچ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اردو میں بولو ورنہ میں بات چیت ختم کر دوں گا۔شیخ کا وہی مطالبہ تھا کہ کتاب پیش کرو کیونکہ آپ نے اتنا بڑا فتوی لگایا ہے۔ڈاکٹر عثمانی نے پینترا بدل کر کہا کہ میاں تم کتاب کیوں نہیں لائے؟ شیخ صاحب نے کہا کہ دعوی آپ کا ہے کتاب میں لے کر آؤں؟ اور آخر کار ڈاکٹر عثمانی نے جان چھڑائی کہ جب تم کتاب لاؤ گے تو پھر گفتگو ہوگی۔اس گفتگو میں ڈاکٹر عثمانی نے عیاری و مکاری کی حد کر دی لیکن اپنا دعوی وہ ایک عالم دین کے سامنے ثابت نہ کر سکے۔شیخ صاحب اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر بھی لے گئے تھے لیکن اس میں صحیح ریکارڈنگ نہ ہو سکی تھی۔اللہ کی قدرت دیکھیئے کہ انہی کے ایک آدمی سے صاف کیسٹ مل گئی۔اور یہ کیسٹ کئی لوگوں نے سنی۔یہ واقعہ غالبا ۱۹۸۵ء کا ہے۔اس وقت شیخ صاحب کی عمر ۲۷ سال کے لگ بھگ تھی۔

شیخ صاحب کو سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اور ان کے بڑے بھائی سید محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ سے بھی بہت محبت تھی اور ان دونوں شیخین سے انہوں نے اجازت حدیث کی سند بھی حاصل کی تھی اور پھر مجھے بھی کہا کہ آپ بھی اجازت حدیث کی سند حاصل کر لیں۔چنانچہ میں نے بھی ان دونوں بزرگوں سے اجازت حدیث کی سند حاصل کر لی۔شیخ موصوف نے اپنے رسالہ الحدیث میں ان دونوں بزرگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور پھر اپنے مقالات میں بھی ان کے تذکروں کو نقل کیا ہے۔دیکھئے مقالات حصہ اول صفحہ ۴۸۴ تا ۴۹۳ اور ۴۹۴ تا ۵۰۶۔

میں نے ۱۹۸۹ء میں کتاب الفرقۃ الجدیدۃ لکھی جو فرقہ مسعودیہ کے رد میں تھی۔اس کتاب میں شیخ صاحب کے ایک مضمون کو میں نے بطور مقدمہ کے شامل کتاب کیا تھا۔شیخ صاحب نے میری اس کتاب کو بے حد پسند کیا تھا اور شیخ صاحب جو مضمون فرقہ مسعودیہ کے رد میں لکھتے اس میں میری کتاب الفرقۃ الجدیدۃ کو پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے۔اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام بھی شیخ صاحب نے فرمایا تھا۔شیخ صاحب نے میرا ایک مضمون ''بے اختیار خلیفہ کی

حقیقت'' بھی الحدیث کے شمارہ نمبر۲۲ میں شائع فرمایا تھا اور اس مضمون کو انہوں نے بے انتہا پسند فرمایا تھا۔ اور اس کا پروف بھی مجھے تصحیح کے لیے بھیجا تھا۔

موصوف نے ماہنامہ الحدیث کا آغاز جون ۲۰۰۴ء سے فرمایا تھا اور اب نومبر ۲۰۱۳ء میں شمارہ نمبر (۱۱۱) آچکا ہے۔ اس رسالہ کو بعد میں ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کا نام دے دیا تھا۔ ۹ سال کے اس عرصہ میں موصوف کے قلم سے ایسے علمی وتحقیقی مضامین منظر عام پر آئے کہ جس نے علمی دنیا کو حیران کر کے رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے آپ کو دین کے اس کام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ موصوف نے یہ علمی وتحقیقی کام قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ کے اس فرمان کے مطابق شروع کیا تھا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ [الحجرات:٦]

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔'' (تحقیق کے بعد ہی اسے لوگوں کے سامنے پیش کرو)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))

کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے (اور اس کی تحقیق نہ کرے)

[صحیح مسلم، حدیث:٥]

شیخ صاحب نے اس عرصہ میں بے شمار علمی وتحقیقی مضامین لکھے جن میں سے بہت سے مضامین انہوں نے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث میں شائع کر دیے۔ اور اب یہ تمام مضامین کتابی شکل میں شائع ہوں گے۔ اور دین حق کے پروانے ان مضامین سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ ان کتابوں سے شرک وکفر، بدعات وتقلید جامد کے اندھیرے اب چھٹنے لگے ہیں۔ اور لوگوں کے قافلے اب قرآن وحدیث اور توحید وسنت کی طرف رواں دواں ہو چکے ہیں۔ اور اللہ تعالی نے نور ایمان اور نور قرآن وحدیث سے لوگوں کے سینوں کو منور کرنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں نے تقلید جامد اور جہالت

کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر نورِ ایمان کی طرف دوڑنا شروع کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید واثق ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تمام تگ و دو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے بنیاد کا کام کرے گی۔ اور شیخ صاحب تو دنیا سے روانہ ہو چکے لیکن اب ان کا مشن سنبھالنے کے لیے ان کے شاگرد میدانِ عمل میں مصروف کار ہیں۔ شیخ صاحب کی جدائی کا صدمہ یقیناً ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور اس نے ہمارے دلوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے لیکن شیخ صاحب جو دینی اثاثہ چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے دلوں کی تقویت کا زبردست سہارا ہے۔ ان کے ورثہ کی حفاظت اللہ کی مدد سے، ان کے شاگرد اور ساتھی کریں گے۔ اور کتاب وسنت کی جس راہ میں موصوف گامزن رہے اللہ کی توفیق سے ہم اس راہ سے خطا نہ کریں گے بلکہ یقین محکم کے ساتھ قرآن وحدیث کی راہ پر رواں دواں رہیں گے۔ شیخ محترم نے جو کچھ محنت فرمائی ہے اسے وہ اپنے پیچھے صدقہ جاریہ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔

محترم شیخ نے طلبہ وطالبات کے لیے اپنے ہاں مدارس کی بنیاد بھی رکھ دی تھی اور یہ قافلہ بھی اب اپنی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اور یہ ننھے ننھے پودے بھی ان شاء اللہ بارآور درخت بن جائیں گے۔ اور محترم شیخ صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کا کام کرتے رہیں گے۔

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ محترم شیخ ہمیں اتنی جلدی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ان کی رفاقت کے لمحات یقینی طور پر یاد آتے رہیں گے۔ ان کا حسین چہرہ نظروں کے سامنے جب آتا ہے تو دل کو طمانیت حاصل ہوتی ہے ان کی گفتار و رفتار اور نشست و برخاست ہر لمحہ یاد آتی رہے گی۔

جانے والے تم ہمیں بہت یاد آؤ گے

شیخ محترم کو جو مقام اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا اسے کسی شاعر نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایسے مراتب بزور بازو حاصل نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔

شیخ صاحب کے استاد حافظ عبد المنان نورپوری رحمہ اللہ کی وفات پر شیخ محمد رفیق طاہر صاحب نے ان اشعار کے ذریعے ان کو خراج تحسین پیش کیا تھا۔ نورپوری رحمہ اللہ کے جنازہ کے بعد

محمد رفیق صاحب کی ملاقات جب حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ سے ہوئی تو شیخ صاحب نے ان سے فرمایا تھا ''رفیق بھائی آج آپ یتیم ہو گئے ہیں''۔ محترم رفیق صاحب کے ان اشعار کے ذریعے ہم شیخ کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

ہمیں چھوڑ کر وہ کہاں چل دیا　　انہیں ڈھونڈتا ہے دل داغدار
ادھر سرنگوں گردش آسماں　　اُدھر مضمحل روح لیل ونہار
قیامت کی ساعت قریب آ گئی　　زمیں دل گرفتہ فلک اشکبار
یکا یک افق سے غروب ہو گیا　　وہ مہ منیر شہ روزگار
رسالت کے عہد مقدس کا چاند　　صحابہ کی اس دور میں یادگار

خلا سا محسوس ہو رہا ہے　　وہی فلک ہے وہی زمین ہے
وہ بالیقین اٹھ گیا ہے　　لیکن مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

(سہ ماہی مجلّہ المکرّم گوجرانوالہ نمبر ۱۳ صفحہ ۳۲، ۳۳)

ایسے علما کرام جو راسخون فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں دنیا ان کے وجود سے خالی ہوتی جا رہی ہے شیخ صاحب کا شمار ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہے کہ ایسے علماء صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کے شاگردان باوفا آپ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔ نبی ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت پر جو دعا مانگی تھی ہم بھی محترم شیخ صاحب کے لیے وہی دعا مانگتے ہیں

اللھم اغفر لحافظ زبیر علیزئی وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفر لنا ولہ یا رب العالمین وافسح لہ فی قبرہ ونور لہ فیہ

اے اللہ حافظ زبیر علیزئی کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما، اس کے پیچھے باقی رہ جانے والوں میں تو اس کا خلیفہ بن جا، تمام جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے، اس کی

قبر کو کشادہ فرما اور اسے (نور سے) منور فرما۔

نبی نے اپنے بیٹے سیدنا ابراہیم کی وفات پر فرمایا تھا:

((اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَاابْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ)) [بخاری ۱۳۰۳. مسلم:٦٠٢٥. مسند احمد:١٣٠١٤]

بے شک آنکھیں اشکبار ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن ہم صرف وہی بات کہیں گے کہ جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمگین ہیں۔

محترم شیخ صاحب کے لیے بھی ہمارے یہی جذبات ہیں۔

نبی نے اپنی بیٹی کے بیٹے کے سانحہ ارتحال پر اپنی بیٹی سے ان الفاظ میں تعزیت فرمائی:

((اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَااَعْطٰی وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ))

یقیناً اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے عطاء کیا اور ہر چیز کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے پس (میری بیٹی) آپ صبر کریں اور اللہ تعالی سے ثواب کی امید رکھیں۔

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: ٣٢، حدیث:١٢٨٤. مسلم:٢١٣٥. مسند احمد:٢١٧٧٦]

شیخ صاحب کے اہل وعیال اور عزیز واقارب سے ہم انہی الفاظ سے تعزیت کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما۔ ان کی لغزشوں کو معاف فرما اور جنت الفردوس میں ان کو اعلی مقام نصیب فرما۔ آمین!

شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نام

زندگی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر　　خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے　　(سمیع اللہ، نصیر احمد حاصل پور)

تعارف وتبصرہ: از ملک عبدالرشید عراقی

مجموعہ رسائلِ عقیدہ

مصنف: امام العصر علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ (۱۸۳۲ء۔۱۸۹۰ھ)

تسہیل وتخریج: حافظ عبداللہ سلیم۔ حافظ شاہد محمود

۳ مجلد، مجموعی صفحات (۱۸۰۴) قیمت: ۲۱۰۰ روپے

ناشر: دارابی الطیب، گل روڈ، گلی نمبر ۵، حمید کالونی، گوجرانوالہ

حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی شخصیت بڑی جامع الصفات تھی، ان کے افکار وخیالات نہایت بلند اور ان کے کاموں کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ ان کی تصنیفات کے موضوعات سے ان کے تنوع اور تبحرِ علم، ذوقِ مطالعہ اور وسعتِ معلومات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت نواب صاحب نے تفسیرِ قرآن، حدیثِ نبوی ﷺ، تاریخ وسیر، فقہ، عقائد، سیاست، ردود، تقلید واتباع، اخلاق اور علوم وادب پر عربی، فارسی اور اردو میں ۲۲۲ چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

حضرت نواب صاحب بحیثیت مجموعی ایک بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث، مورخ، محقق، فقیہ، مجتہد، دانشور، انشا پرداز، اعلیٰ درجے کے مصنف اور نیک خصلت انسان تھے۔ حضرت نواب صاحب نے یکم رجب ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸ر فروری ۱۸۹۰ء بھوپال میں وفات پائی۔ عیسوی حساب سے ۵۷ برس اور قمری حساب سے ۵۹ برس عمر پائی۔

حضرت نواب صاحب کی یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اور اس کتاب میں (۱۵) رسائل ہیں، ان سب رسائل میں توحیدِ باری تعالیٰ کا اثبات، شرک وبدعت کی تردید اور دیگر عقائد اہلِ سنت کا بیان ہے۔

ذیل میں اس مجموعے میں مندرجہ حضرت نواب صاحب کے رسائل کا مختصر تعارف

پیش خدمت ہے:

۱۔ تعلیم الإیمان:

اس رسالے میں ایمان کامل اور (۵۰) ذیلی عناوین کے تحت ایمان کے متعلقہ مسائل کو بیان کیا

گیا ہے۔ رسالے کا آغاز حدیثِ جبریل سے ہوتا ہے۔ اس کتابچے کی مدتِ تالیف ۲ یوم ہے اور اسے ۸، ۹/ جمادی الثانی ۱۳۰۵ھ بروز منگل اور بدھ کو تصنیف کیا گیا۔

۲۔ اللواء المعقود لتوحید الرب المعبود:

اس رسالے میں توحید کے جملہ مسائل کو ۵۶ ذیلی عناوین کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس رسالے کی مدتِ تالیف ۲ یوم ہے اور اسے ۲۹، ۳۰/ شعبان ۱۳۰۵ھ، جمعہ اور ہفتے کو تصنیف کیا گیا۔

۳۔ إخلاد الفؤاد إلی توحید رب العباد:

یہ رسالہ دو فصلوں اور ۴۵ ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس رسالے میں نواب صاحب نے اسلامی ممالک اور ہندوستان میں شرکیہ امور اور بدعات ومحدثات وغیرہ کی کتاب وسنت کی روشنی میں تردید کی ہے۔ (مدتِ تالیف: ۵ یوم، ۹ تا ۱۳ شوال ۱۳۰۵ھ بدھ تا اتوار)

۴۔ النصح السدید لوجوب التوحید:

اس رسالے میں اثباتِ توحید اور ردِ شرک کا بیان ہے۔ بعض اہلِ علم نے امام محمد بن علی شوکانی سے توحید اور شرک کے بارے میں کچھ سوالات کیے تھے، امام شوکانی نے ان سوالات کے جو جوابات دیے تھے، وہ جوابات ایک رسالے کی شکل میں شائع ہوئے۔ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ نے اس رسالے کا ترجمہ کر کے شائع کیا۔ یہ رسالہ چار مباحث اور ۶۵ ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔ (مدتِ تالیف ۲ یوم، ۱۴، ۱۵/ شوال ۱۳۰۵ھ بروز سوموار، منگل)

۵۔ إخلاص التوحید للحمید المجید:

اس رسالے میں توحید کو اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ شرک کی پرزور تردید کی گئی ہے، کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔

یہ رسالہ ۶ فصلوں اور ایک سو (۱۰۰) ذیلی عناوین پر مشتمل ہے۔ (مدت تالیف: ۵ یوم، ۹ رشوال تا ۱۳ رشوال ۱۳۰۵ھ، بروز بدھ تا اتوار)

۶۔ ملاك السعادة في إفراد الله تعالىٰ بالعبادة:

یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے اور الحاد کی گندگیوں سے عقیدے کی تطہیر کے موضوع پر تصنیف کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ دراصل امام محمد بن اسماعیل امیر صنعانی "تطهير الإعتقاد من أدران الإلحاد" کا ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ، ۸ فصلوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ ذیلی عناوین کی تعداد ساٹھ (۶۰) ہے۔ (مدتِ تالیف: ایک یوم ۷ رشوال ۱۳۰۵ھ بروز سوموار)

۷۔ فتح الباب لعقائد أولي الألباب:

حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ اپنے اس رسالے کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس رسالے میں معتمد علیہ کتابوں کے طرز پر عقائدِ اسلام کو بیان کیا گیا ہے اور ہر مسئلے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، جس عقیدے میں اہلِ علم کا اختلاف ہوا ہے۔ وہاں راجح قول یعنی کتاب وسنت کو پیشِ نظر رکھا ہے اور ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے عقائد کو پیش کیا گیا ہے، کیونکہ انھیں کا سمجھا ہوا متفقہ عقیدہ صحیح عقیدہ ہے اور انھیں کے عقائد پر چل کر ہدایت مل سکتی ہے۔ (مدت تالیف: سات یوم ۱۲ رجمادی الثانی تا ۱۸ رجمادی الثانی ۱۳۰۲ھ)

۸۔ الانفكاك عن مراسم الإشراك:

یہ رسالہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی کتاب "تقوية الإيمان" کا اختصار ہے۔ اس میں پہلے شرک کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس میں شرک کی چار اقسام کا بیان ہے۔

۹۔ دعوة الداع إلى إيثار الإتباع على الإتباع:

مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے ایک کتاب عربی میں بنام "رد الإشراك" تالیف

کی۔ جو دو ابواب پر مشتمل تھی۔ پہلے باب میں توحید کی اہمیت اور شرک کی مذمت ہے۔ دوسرے باب میں اتباع سنت اور اجتناب بدعت کا بیان ہے۔ باب اول کا ترجمہ حضرت شاہ اسماعیل شہید نے "تقوية الإيمان" کے نام سے کیا۔ "تقوية الإيمان" کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ جبکہ بابِ دوم کا ترجمہ شاہ صاحب کے ایک شاگرد مولانا محمد سلطان خان صاحب نے "تذكير الإخوان" کے نام سے کیا۔ یہ رسالہ "دعوة الداع" دراصل "تذكير الإخوان" کی تلخیص ہے۔

یہ کتاب ۷ ابواب اور ایک سو (۱۰۰) ذیلی عناوین پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ حضرت نواب صاحب نے یکم شوال ۱۳۰۵ھ کو بروز شنبہ مکمل کیا۔

۱۰۔ سائق العباد إلى صحة الاعتقاد:

یہ رسالہ دراصل نواب صاحب ہی کے اپنے ایک عربی رسالے "العقائد إلى العقائد" کا

ترجمہ ہے۔ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مختصر رسالے میں صرف عقائدِ سلف کا بیان ہے، جو اس امت کے اکابر ائمہ اور قابلِ اعتماد لوگ ہیں۔

یہ رسالہ ایک مقدمہ، ۲۳ فصلوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ ذیلی عناوین کی تعداد ایک سو (۱۰۰) ہے۔ (مدتِ تالیف: دو یوم، ۲۹، ۳۰ر جمادی الثانی ۱۲۹۷ھ)

۱۱۔ دعاية الإيمان إلى توحيد الرحمان:

حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں توحید و شرک کے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب مقدمہ اور ۷ ابواب پر مشتمل ہے اور ذیلی عنوانات کی تعداد دو سو پچاسی (۲۸۵) ہے۔

حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تالیف ۲۷ر محرم ۱۳۰۴ھ کو شروع کی

اور ۴ر صفر ۱۳۰۴ھ کو مکمل ہوئی۔ لہٰذا ۸۱ دن میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی۔

۱۲۔ التفكيك عن إنهاء التشريك:

اس رسالے میں شرک کی اصغر و اکبر میں تقسیم اور قیامت کے دن مسئلہ شفاعت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ضمناً بعض دیگر مسائل قبر پرستی اور زیارتِ قبور وغیرہ کو بھی مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں اور (۷۵) ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔ (مدت تالیف: ایک یوم، ۶ر شوال ۱۳۰۵ھ، بروز بدھ)

۱۳۔ عقيدة السنى:

اس رسالے میں کوئی باب اور فصل نہیں ہے۔ ایک سو (۱۰۰) ذیلی عنوانات دے کر رسالہ ترتیب دیا گیا ہے۔ (مدت تالیف: دو یوم ۲۵، ۲۶ر شعبان ۱۳۰۵، بروز سوموار، منگل)

۱۴۔ الاحتواء على مسألة الإستواء:

اس رسالے میں مسئلہ "استواء علی العرش" پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ہندوستان میں حنفی مذہب کے رواج کی وجہ سے یہاں عقائدِ ماتریدیہ رائج ہیں۔
>
> اس لیے بعض متبعین سنت نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اردو زبان میں ایک مختصر رسالہ لکھا جائے، جو اہلِ حدیث کے طریقے کے موافق ہو اور اس سے اہلِ سنت و الجماعت کے عقائد کے متعلق ضروری باتیں بہ خوبی دریافت ہو سکیں اور اہلِ اتباع اس کی اقتدا کریں۔ چنانچہ ان کے حسبِ فرمائش میں نے یہ رسالہ لکھا ہے۔''

یہ رسالہ ۱۲ فصلوں اور ۱۱۶ ذیلی عناوین پر مشتمل ہے۔ دیباچہ علاحدہ ہے۔ یہ رسالہ حضرت نواب صاحب نے ۱۲۸۳ھ میں تالیف کیا اور ۱۲۸۵ء میں لکھنؤ میں طبع ہوا۔

۱۵۔ المعتقد المنتقد:

حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور، اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس رسالے میں سلف اور اکابر اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کا بیان ہے۔ نیز اس میں بعض شرکیہ وکفریہ کلمات اور ریاکاری کی بعض صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، میں نے اس رسالے میں اہل سنت کے ہر گروہ اور ہر جماعت کے بارے عالم کے دینی عقائد کو الگ الگ فصلوں میں تحریر کیا ہے۔''

یہ کتاب ایک مقدمہ، ۱۹ فصلوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۵ھ میں حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ میں مطبع انصاری دہلی سے ۳۴۸ صفحات میں شائع ہوئی تھی۔

حضرت نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کے یہ ۱۵ رسائل ''مجموعہ رسائلِ عقیدہ'' کے نام سے دار ابی الطیب (گوجرانوالہ) نے شائع کیے ہیں۔ یہ ادارہ محترم المقام مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کی زیرسرپرستی کام کر رہا ہے۔ محترم محمدی صاحب علماے اہلحدیث سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی خدمت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت فرمائے اور اس کام کو انجام دینے والے تمام معاونین کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

بقیہ صفحہ 80..... کے درمیان تھیں پہلے وہ داڑھی رکھتے تھے بعد میں منڈوانی شروع کردی نتیجہ یہ نکلا کہاں میں سے صرف 14 آدمی صحیح وسلامت رہے اور باقی سب آدمیوں کو جبڑے اورم دانتوں کی شکایات ہو گئیں۔ پھر یہی ڈاکٹر لکھتا ہے: داڑھی والے لوگوں کو بہت ہی کم پھیپھڑوں کی شکایت ہوتی ہے۔ نیز تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ داڑھی متواتر منڈوانے سے انسان کی عمر کم ہو جاتی ہے اور وہ قبل از وقت راہی ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔

المختصر حضور ﷺ کے ہر ایک حکم میں بہت سے روحانی اور جسمانی فوائد مضمر ہیں۔ آپ ﷺ نے ناخن ترشوانے، بغلوں کے بال اکھیڑنے، اور زیرِ ناف بال صاف کرنے کے متعلق فرمایا کہ یہ چیزیں میری سنّت اور امورِ فطرت ہیں۔ (مسلم) اور ان میں بھی ایسی ہی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

ڈاڑھی اور مونچھوں کے احکام

مولانا عثمان مدنی

داڑھی اور مونچھوں کے متعلق جو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو ہی شعار کے علاوہ اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ جو حضورؐ نے طبی نکتہ نگاہ سے پیشگی حفاظت کے لیے ہمیں بتا دیا۔ فرمایا :

((احفوا الشوارب وفروا اللحیٰ))

''مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔'' (بخاری 5892)

یہ الگ بات ہے کہ آج ہم آپ ﷺ کے اس ارشاد کا الٹ کر رہے ہیں۔ داڑھی منڈواتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ فعل ہمارے لیے ہی مضر ہے اور اس میں سراسر ہمارا ہی نقصان ہو رہا ہے نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی بھی۔

مونچھوں کے لمبے بال جس قدر ہمارے لیے مضر اثرات پیدا کر سکتے ہیں وہ ایک سطحی نظر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ناک کے ذریعے سے معدہ، دل، دماغ بلکہ تمام بدن کے فاسد بخارات اور رطوبات خارج ہوتی ہیں اور مونچھوں کے بال سب سے پہلے ان سے متاثر ہو کر زہریلا اثر پیدا کرتے ہیں اس لیے ان کو اس قدر کٹوانے کا حکم ہوا ہے کہ وہ ہماری خورد و نوش کی چیزوں میں ڈوب نہ سکیں اور نہ ہی انسانی خوراک انکے ملنے سے زہریلا اثر قبول کر سکے۔

اسی طرح داڑھی کے متعلق بھی ڈاکٹروں نے اب یہ تسلیم کر لیا ہے کہ دراصل قدرت نے یہ ہمارے جبڑے اور دانتوں کے لیے پیدا کر رکھی ہے۔ یہ ایک مفید چیز ہے جس سے ہم جبڑے اور دانتوں کی اکثر تکالیف سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اے میکڈونلڈ کی جدید تحقیقات

واشنگٹن کے مشہور ڈاکٹر اے میکڈونلڈ نے اپنی جدید تحقیقات کی بنا پر لکھا ہے کہ میں نے اس جانچ کے لیے 35 مضبوط اور تندرست آدمیوں پر تجربہ کیا ہے جن کی عمریں 25 سے 40 سے سال (بقیہ 79 پر)

MAJALLAH AlMukarram GUJRANWALA

اجرائے "المکرم" کے اہداف ومقاصد

- سلف صالحین کے منہج کے مطابق قرآن وسنت کا فہم
- شرک وبدعات اور خرافات کا علمی محاسبہ اور تحقیقی مناقشہ
- طلبائے مدارس میں صحت مندانہ اسلامی صحافت کا فروغ
- فقہی تعصّبات اور آراء الرجال کی بجائے خالص دین اسلام کی ترجمانی
- روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا قرآن وسنت کے مطابق حل
- قرآن وسنت پر اتحاد وامت کے لیے جہد مسلسل اور سعی پیہم کی تحریک
- منہج سلف یعنی اسلوب صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق عقیدہ توحید اور اتباع حدیث کی تعمیل وتبلیغ اور احیاء

Designed & Printed by: Maktaba Islamia

قارئین کرام! سلسلہ وار المکرم آپ کا اپنا رسالہ ہے، خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی دعوت دیں، ہمیں آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا، اپنے گراں قدر مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں